



زندگی کے آخری ۶ سالوں میں  
پرستار ان صلیب پر سلطان صلاح الدین

# ایوبی کی یلغاریں

محمد طاہر نقاش



دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور  
پاکستان



## فہرست

9 ..... حرف آغاز

## طوائف الملوکی کا دور اور صلیبیوں کی آمد آمد

- 16 ..... پہلی صلیبی جنگ اور سقوط بیت المقدس
- 17 ..... ایک سال میں تین صلیبی حکومتوں کا قیام
- 19 ..... بیداری کا زمانہ
- 20 ..... عماد الدین زنجی ہتھیاروں کے ہاتھوں صلیبیوں کی شکست
- 20 ..... نور الدین محمود ہتھیاروں اور اس کے جہادی و قتلی عزائم
- 23 ..... سلطان صلاح الدین ایوبی ہتھیاروں علم جہاد تھاتے ہیں

## حسین میں صلیبیوں پر قہر و غضب

- 27 ..... بنیاس کی شدت کا مذاپ اور اوپر سے مجاہدین کی یلغاریں
- 28 ..... جوش جہاد اور طلب شہادت کے ٹھانصیں مارتے سمندر
- 28 ..... اچانک ایک نوخیزان جنگی کی طرح تلوار لیے اٹھتا ہے
- 29 ..... "آک" کا بطور جنگی ہتھیار استعمال
- 29 ..... مہر تارک اور مسرتارک موت کا یقین
- 30 ..... صلیب اعظم پر مجاہدین کا قبضہ
- 30 ..... صلیبی بادشاہ کے نیچے کی تباہی اور مسجد میں شکرانہ کے آنسو
- 32 ..... مسلمانوں کے سب سے بڑے صلیبی دشمن کی گرفتاری

- 33 ..... تیس ہزار صلیبی فوجی مجاہدین کے ہاتھوں کئے ہیں ❁
- 34 ..... جب چالیس چالیس صلیبی قیدی خیمے کی ایک رسی سے باندھے گئے ❁
- 36 ..... سلطان رشید کے خیمہ میں ..... ❁
- 36 ..... وقت حساب آن پہنچا ..... ❁
- 38 ..... صلیبی گستاخ رسول کا کرناک انجام ..... ❁
- 38 ..... صلیبیوں پر صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کی مہربانیاں ..... ❁
- 40 ..... دس ہزار مسلمان قیدیوں کی صلیبیوں کے ظلم سے رہائی ..... ❁
- 40 ..... جمادی جذبوں میں آگ لگا دینے والا شعلہ بیان خطیب ..... ❁

### فتح بیت المقدس

- 45 ..... یکبارگی زور دار حملہ ..... ❁
- 48 ..... جان بخشی کی درخواستیں ..... ❁
- 49 ..... معافیاں جان بخشیاں اور جذبہ کی تھیلیاں ..... ❁
- 51 ..... صلیبیوں کو بیت المقدس سے نکالنے کے جمادی مناظر ..... ❁
- 54 ..... قیدیوں کی رہائی اور رحمانہ سلوک ..... ❁
- 59 ..... سلطان صلاح الدین رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوتا ہے ..... ❁
- 59 ..... عیسائیوں کے نشانات مٹانے کا حکم ہوتا ہے ..... ❁
- 59 ..... محراب کی رونقیں واپس لوٹی ہیں ..... ❁
- 59 ..... صدائے اذان کی گونج اور اجتماع جمعۃ المبارک کا روح پرور نظارہ ..... ❁
- 61 ..... بیت المقدس میں فتح کے بعد شکرانے کے آنسو اور ہچکیاں ..... ❁
- 61 ..... سلطان نور الدین رضی اللہ عنہ کا بنوایا ہوا منبر، محراب بیت المقدس کی زینت بنتا ہے ... ❁
- 61 ..... صلیبیوں کی دلخراش جساتیں ..... ❁
- 63 ..... مقام قدم مسیح ..... ❁
- 63 ..... بت توڑے جاتے ہیں ..... ❁

63 ..... مساجد و مدارس کا قیام عمل میں آتا ہے ❀

### فتح بیت المقدس کے بعد پھر جہادی میدان تھے ہیں

67 ..... سلطان کی آمد کا سن کر حملہ آور فرنگی بھاگ اٹھے ❀

68 ..... جہادی میدانوں میں فتوحات پر فتوحات ❀

70 ..... لازقہ میں بتوں اور تصویروں کی شامت ❀

71 ..... بیت ناک خندق والے قلعہ کی فتح ❀

71 ..... مسلمان مظلوم قیدیوں پر آزادی و رہائی کے دروازے کھلتے ہیں ❀

71 ..... پہاڑ کی چوٹی پر واقع مضبوط قلعہ کی تسخیر ❀

74 ..... رمضان المبارک میں سلطان کے جہادی معرکے ❀

74 ..... مکہ و مدینہ پر حملہ کرنے کے خواہش مند ربی نالذ پر جہادی ضرب ❀

75 ..... بارشوں کیچڑ اور دلدل کے درمیان خندقوں سے گھرے قلعہ کی طرف پیش قدمی ❀

76 ..... ”چاند کی منزل“ فتح ہوتی ہے ❀

76 ..... فتح کے بعد سلطان رضی اللہ عنہ کی بیت المقدس میں عید الاضحیٰ کی ادائیگی ❀

78 ..... بیت المقدس پر نصب صلیب اعظم کی بغداد روانگی ❀

### کچھ مزید عظیم جہادی کارنامے

79 ..... صلاح الدینؒ کا مجاہدانہ طرز زندگی ❀

83 ..... ملک بیماری بھی سلطان رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی پشت سے نیچے نہ اتار سکی ❀

87 ..... سلطان صلاح الدین رضی اللہ عنہ کی موت ❀

89 ..... دنیا سے بے رغبتی اور قلت سرمایہ ❀

92 ..... تاریخ اسلام منت الہیہ کی روشنی میں ❀

94 ..... اے امتِ مسلمہ کے نوجوانو! ❀

## جماد کی کہانی تصاویر کی زبانی

- 18 جرمن، فرانسیسی اور برطانوی فوجوں کا سلطان ایوبی کے علاقوں پر حملہ آور ہونا (نقشہ)
- 21 نور الدین زنگی کا وہ تاریخی منبر جو انہوں نے بیت المقدس کی زینت بنانے کیلئے بنوایا تھا
- 26 صلاح الدین کے مجاہدین کی سجدہ گاہ بننے والے مسجد اقصیٰ کے محراب و منبر کا دلکش منظر
- 35 صلیبیوں، یودیوں کے مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کے مکروہ عزائم کی نشاندہی کرنے والا نقشہ
- 46 یروشلم شہر کی وہ بلند و بالا دیوار جس کے عقب میں مورچہ زن ہو کر صلیبیوں نے مجاہدین کا راستہ روکا اور مقابلہ کیا
- 50 یروشلم کے وہ بازار کہ جہاں سلطان کے گھوڑے دوڑ دوڑ کر صلیبیوں کا شکار کرتے رہے
- 53 پرستاران صلیب کا تعاقب کرنے والے مجاہدین کی جمادی و قتال راہ گزر ایک قدیم شاہراہ
- 55 مسجد اقصیٰ کا وہ تاریخی تہ خانہ جو کبھی نمازیوں اور مجاہدین کی آماجگاہ تھا۔
- 58 سلطان ایوبی کے دور کی قدیم یروشلم کی مغربی فصیل، وادی، ہوم اور دیوبیکل کلیسا کا منظر
- 62 قدیم شہر یروشلم کی شمالی فصیل کا دروازہ جہاں مجاہدوں اور صلیبیوں میں زبردست معرکہ ہوا
- 64 یودیوں کی مقدس جگہ ”دیوار گریہ“ جہاں وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا عزم کرتے ہیں
- 69 مسجد اقصیٰ کے مختلف افراد حصے جو مسلمانوں سے جماد کو کھڑا کرنے کی فریاد کر رہے ہیں۔
- 72 حرم قدسی کا ایک فضائی منظر، پس منظر میں یودی آبادیاں پیغام دے رہی ہیں
- 77 یودیوں کے مکروہ عزائم اور بیت المقدس کی حالت زار کی آئینہ دار ایک دل فگار تصویر
- 80 دریاؤں اور خشکی پر واقع صلیبیوں کے قلعوں ریاستوں اور فوجی علاقوں کی تفصیلات جن پر سلطان جھپٹتا رہا (نقشہ)
- 84 بیت المقدس یودی ریشہ وانیوں کا شکار ہے، ایک نادر و نایاب تصویر، تاریخ کے سینے سے
- سلطان ایوبی کے مزار کا وہ منظر جب فرانسیسی جرنیل نے قبر کو ٹھوک مار کر کہا
- 88 مسجد اقصیٰ کی حدود میں رکھے گئے فاتحین اسلام کے زیر استعمال ہتھیار
- 91 سلطان کے غازیوں کی سجدہ گاہ
- 93 صلیبی جنگوں کے دوران جمادی سرگرمیوں کا مرکز بننے والا ایک عظیم الشان قلعہ
- 96 جزیرہ قبرص کا کدوسی قلعہ جو صلیبی جنگوں کے دوران صلیبی حملہ آوروں کے لیے مرکزی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔

## حرف آغاز

فضیلہ۔ الشیخ ڈاکٹر احمد محمود الاحمد جو مدینہ یونیورسٹی کے کلیہ الدعوة واصول الدین میں اسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انہوں نے سلطان صلاح الدین کی جمادی و قتالی زندگی پر ایک لیکچر دیا جو بعد میں ایک مختصر سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوا۔ اس کا میں نے مطالعہ کیا تو موجودہ حالات کے تناظر میں اسی مختصر کتابچہ کو بنیاد بنا کر سلطان کی زندگی کے آخری سالوں پر لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس کے لیے میں نے سلطان کی زندگی کا مختلف پہلوؤں سے مطالعہ شروع کیا تو پتہ چلا کہ دنیا میں کچھ لوگ ہمیشہ کے لیے کسی بات کی علامت اور نشان بن جاتے ہیں یا کوئی خاص چیز ان کی پہچان بن کر رہ جاتی ہے۔ ایسے ہی عظیم مجاہد گوریلا کمانڈر اور صف شکن سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے کارناموں کی بنا پر شجاعت و بہادری، غیرت و حمیت اور صلیبیوں پر جمادی و قتالی یلغاروں کی بنا پر ہمیشہ کے لیے جہاد و قتال کا نشان بن گئے۔ اب جب بھی کہیں دلاوری بہادری شجاعت اور صلیبیوں کو نکیل ڈالنے کی بات کی جاتی ہے تو فوراً سلطان صلاح الدین کا خیال ذہن میں آتا ہے۔ جن لوگوں سے مستقبل میں اللہ کریم نے کوئی بڑا اور عظیم کام لینا ہوتا ہے ان کے بچپن میں ہی ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کی کسی نہ کسی قرینے اور کنائے سے نشاندہی فرما دیتے ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی جس نے اسلامی تاریخ پر اپنی عظمت و شوکت کے انٹ نقوش ثبت کیے ہیں کی اسلام اور مسلمانوں کے لیے غیرت و حمیت کا عالم یہ تھا کہ ابھی نو عمر ہی ہیں، عیسائی فوجیں ”رہا“ پر قبضہ کر کے مال و اسباب لوٹ کر عورتوں کو پکڑ لے

جاتی ہیں۔ یہ ظلم دیکھ کر یہ نو عمر صلاح الدین ایک ترکی بوڑھے کو لے کر سلطان عثمان الدین زنگی کے پاس پہنچتے ہیں۔ عیسائیوں کے مظالم سے بادشاہ کو آگاہ کرتے ہیں، اس کی اسلامی حمیت و غیرت کو بیدار کرتے ہیں اور رو رو کر مدد کے لیے فریاد کرتے ہیں۔

نیک دل بادشاہ کو ان حالات کا علم ہوتا ہے تو وہ تمام فوجیوں کو جمع کرتا ہے۔ انہیں ”رہا“ کے حالات سناتا اور جہاد پر ابھارتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ”کل صبح میری تلوار رہا کے قلعے پر لہرائے گی، تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟“ یہ اعلان سن کر تمام فوجی حیران رہ جاتے ہیں کہ یہاں سے ”رہا“ ۹۰ میل کی دوری پر ہے، راتوں رات وہاں کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟ یہ تو کسی طرح ممکن نہیں۔ تمام فوجی ابھی غور ہی کر رہے تھے کہ ایک نو عمر لڑکے کی آواز گونجتی ہے ”ہم بادشاہ کا ساتھ دیں گے۔“ لوگوں نے سرائٹھا کر دیکھا تو ایک نو عمر لڑکا کھڑا تھا، بعضوں نے فقرے چست کیے کہ ”جاؤ میاں کھیلو کو دو! یہ جنگ ہے بچوں کا کھیل نہیں۔“ سلطان نے یہ فقرے سنے تو غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا، بولا: ”یہ بچہ سچ کہتا ہے، اس کی صورت بتاتی ہے کہ یہ کل میرا ساتھ دے گا۔ یہی وہ بچہ ہے جو ”رہا“ سے میرے پاس فریاد لے کر آیا ہے، اس کا نام صلاح الدین ہے۔“ یہ سن کر فوجیوں کو غیرت آتی ہے سب تیار ہو جاتے ہیں اور اگلے روز دوپہر تک رہا پہنچ کر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، عیسائی سپہ سالار بڑی آن و بان کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلا، سلطان نے اس پر کاری ضرب لگائی مگر لوہے کی زرہ نے وار کو بے اثر بنا دیا۔ عیسائی سپہ سالار نے پلٹ کر سلطان پر حملہ کیا اور نیزہ تان کر سلطان کی طرف پھینکا ہی چاہتا تھا کہ صلاح الدین کی تلوار فضا میں بجلی کی طرح چمک اٹھی اور زرہ کے کٹے ہوئے حصے پر گر کر عیسائی سپہ سالار کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیئے۔ عیسائی سپہ سالار کے موت کے گھاٹ اترتے ہی عیسائی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور ”رہا“ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

آج ہر شخص کی زبان پر نو عمر صلاح الدین کی شجاعت کے چرچے ہیں اور یہ واقعہ تاریخ اسلام میں شہرے الفاظ سے لکھا جاتا ہے۔

جو ان ہو کر یہی صلاح الدین مشرق کا وہ سپہ سالار اور جرنیل بنا کہ جس کی تلوار



صلیبیوں کا لاؤ لشکر لے کر صلاح الدین کے علاقے میں پہنچ گیا۔ سلطان نے اس کا کیسے استقبال کیا؟ یہ تو آپ کتاب پڑھ کر جان لیں گے۔ اس مختصر سے کتابچہ میں ہم نے سلطان کی زندگی کے آخری چھ سال کا عرصہ منتخب کیا ہے۔ سلطان کی زندگی کے یہ آخری ۶ سال اس کی زندگی کے سب سے قیمتی اور یادگار ایام ہیں کہ جن میں اس نے مسلسل صلیبیوں سے معرکے کرتے ہوئے، جلاو قتل کے میدان گرم کرتے ہوئے، صلیبیوں کو ہر طرف سے گھیر گھیر کر ان کا شکار کرتے ہوئے، بیت المقدس کو ان کے ناپاک عزائم سے بچانے کے لیے، اللہ کے اس بابرکت گھر کی عزت و ناموس کی رکھوالی کے لیے، دن رات اپنی جان ہتھیلی پر لیے، شمشیروں کی چھاؤں میں، تیروں کی بارش میں، نیزوں کی انیوں میں، گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر، اس کو دشمن کی صفوں میں سرپٹ دوڑاتے ہوئے، تلووار بلند کرتے ہوئے، اللہ کے باغیوں، کافروں، خالموں کی گردنیں اڑاتے ہوئے..... من دون اللہ کے ان پجاریوں کو خاک و خون میں تڑپاتے ہوئے اور ایسے معرکے، ولولے، غلغلے، برپا کرتے ہوئے اور دشمن پر گھاتیں لگاتے..... یلغاریں کرتے، شاہین کی طرح مولوں پر جھپٹتے پلٹتے اور پھر جھپٹتے..... سلطان کی زندگی کے آخری ۶ سالوں میں اسی مجاہدانہ روپ کو دکھایا گیا ہے۔ اس جہادی و قتالی تگ و تاز میں سلطان کی زندگی کی آخری صبحیں اور شاہیں گزریں۔ حتیٰ کہ اس نے صلیبیوں کے سروں کی فصل کو شمشیر جہاد سے کاٹتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو ناپاک صلیبی قبضے سے آزاد کروا لیا۔ سلطان کے انہی شجاعت و دلاوری بہادری و حمیت سے بھرپور قتالی ایام کے چند نظاروں کو ہم نے اس کتاب کا حصہ بنایا ہے کہ جو خالصتاً سلطان کے جہادی و قتالی کردار کے نماز ہیں۔

عظیم مجاہد! صلاح الدین ایوبی کی زندگی کے آخری سالوں کے یہ جہادی لمحات ہمیں یہ دعوت مبارزت دے رہے ہیں کہ «اھل من مَبَارِزًا» کہ تم میں سے کوئی ایسا دلاور ہے جو میدان میں آکر ان صلیب کے پجاریوں کا مقابلہ کرے۔ کہ آج جب امت مسلمہ صلیبیوں کے گھیروں، ان کی مکروہ چالوں اور فریبانہ سازشوں کے جال میں پھنس کر لولہمان ہے..... آہ!..... آج افغانستان، کشمیر، جنت نظیر کے مظلومین، مقہورین، مجبورین،

معصومین..... کئے پھنے..... خون آلود..... بارود کی بو میں رہتے رہے..... رو رو کر یہ فریاد کر رہے ہیں کہ نام نہاد مہذب یورپی درندوں نے ہمیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا..... ہمیں گھر سے بے گھر..... وطن سے بے وطن کر دیا ہے..... ہمارا یہ حال کر دیا ہے..... ہم جائیں تو کس کے پاس شکایت لے کر جائیں..... کس کے پاس فریاد بن کر جائیں..... ہم کس کو اپنا دکھڑا سناںیں کہ ہمارے دکھوں کا مداوی کر سکے..... یہ دکھیا رہے آج کسی ایوبی اور قاسم رضی اللہ عنہما کے منتظر ہیں۔ آسین لگائے کب سے بیٹھے ہیں۔ آج پھر وہی مسجد اقصیٰ..... وہی بیت المقدس کہ جس کو سلطان صلاح الدین نے غیرت مسلم کا ثبوت دیتے ہوئے آزاد کر دیا تھا، پھر صلیبیوں اور یہودیوں کے خونخوار پنجوں میں پھنسی ہوئی ہے..... اور ہاں مسجد اقصیٰ..... سسکتی ہوئی، بکلتی ہوئی..... کراہتی ہوئی..... آہیں اور سسکیاں بھرتی ہوئی، ہم سے یوں فریاد کنناں ہے، ہم سے کہہ رہی ہے کہ..... میں (اللہ کا گھر) اقصیٰ..... اے غیرتوں، شجاعتوں کے امین مسلمانو!..... تمہیں پکار رہی ہوں..... کب سے بلک رہی ہوں..... کہ کفر کے تیر میرے سجدوں کے لیے بے تاب جسم کو زخمی کر رہے ہیں..... میرا جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے، لو لہان اور ویران ہو چکا ہے،..... اے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ پڑھنے والے امتیو!..... تم میری چیخوں کو سن بھی رہے ہو..... پھر بھی میری مدد کے لیے نہیں آ رہے؟..... کیا ہو گیا ہے تمہیں..... کب آکر میرے زخموں پر مرہم رکھو گے۔

ان حالات میں کیا ہم میں کوئی ایسا ہے جو صلاح الدین بن کر دنیا بھر کے صلیبیوں کو منہ توڑ جواب دے کر یہ بتا دے کہ غیرت مسلم ابھی زندہ ہے، ایوبی کی شجاعت ابھی زندہ ہے..... ہماری رگوں میں ابھی غزنوی فوری اور ابن قاسم رضی اللہ عنہما کا غیرتوں اور شجاعتوں کا امین خون گردش کر رہا ہے..... اگر تم نے مسلمانوں پر روا موجودہ مظالم کو صلیبی جنگوں کا بدلہ کا نام دے دیا ہے، تو پھر ایسے ہی سہی..... اب ہر میدان میں دوبارہ ہلال اور صلیب کی جنگ ہوگی..... کفر اور ایمان کی جنگ ہوگی..... ظالم اور مظلوم کی جنگ ہوگی..... اب



## طوائف الملوکی کا دور اور صلیبیوں کی آمد آمد

صلاح الدین ایوبی کی زندگی کے آخری سالوں پر گفتگو کرنے کا یہ ایک تقاضا ہے کہ صلیبی جنگوں کے (۱۰۹۷ھ / ۱۰۹۷ء) میں شروع ہونے اور بڑھنے سے قبل عالم اسلام پر ایک نگاہ اگرچہ طائرانہ ہی سہی ڈال لی جائے اور خاص طور پر اس علاقے پر جو صلاح الدین ایوبی کے پردان چڑھنے کے لیے سازگار ثابت ہوا اور وہ ہیں جزیرہ فراتیہ، شمالی عراق، شام اور مصر کے علاقے.....

صلیبی جنگوں کے حوالے سے اس سابقہ دور کی ”سیاسی زندگی“ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ پورے عالم اسلام میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری تھی، صرف بغداد ہی کو لے کر خلافت عباسیہ دیگر گوں اور ڈانوں ڈول تھی اور حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ سلجوقی بادشاہوں کے اشاروں پر کام چلایا جا رہا تھا۔ اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ”حکومت بویہ“ کی نسبت ”حکومت سلجوقیہ“ خلافت عباسیہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اس لیے کہ یہ لوگ ”اہل سنت“ اور وہ ”اہل تشیع“ تھے۔ اس خلافت نے ان دوسروں کے تسلط سے بچتے ہوئے بڑے کٹھن مراحل میں سانس لیا۔ اور یقیناً ”حکومت سلجوقیہ“ کا اس علاقے میں ”اہل سنت“ عقائد کی ترویج و استحکام میں اور رومی معرکوں کی روک تھام میں اہم کردار ہے۔ یہ وہی حکومت ہے جس نے (۳۶۳ھ / ۱۰۷۱ء) میں ”ملاذکرد“ کے فیصلہ کن معرکہ میں برابر کا مپ دیا تھا..... (یعنی رومیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا)

لیکن ابھی ۱۰۹۷ء کا برس شروع نہ ہوا تھا کہ یہ حکومت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی

اور باہم متصادم، ایک دوسرے سے دست و گریباں اور ایک دوسرے کو زیر کرنے والی پانچ سلجوقی حکومتیں بن گئیں اور پھر بدرتج ان صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آتی گئیں..... جب کہ مصر ”خلافت فاطمیہ“ کے زیر اثر تھا، جہاں پر ہنگامہ آرائی نے اپنے نیچے گاڑے ہوئے تھے اور پھر یہ دن بدن چاروں طرف پھیلتے ہی چلے گئے۔ بالآخر نوبت پائس جا رسید کہ حلیفوں و ذریعوں اور سرداروں میں ختم نہ ہونے والے جھگڑے طول پکڑ گئے.....

مذکورہ حالات سے بڑھ کر ”ملک شام“ تو فاطمیوں اور سلجوقیوں کی کھینچا تانی میں میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ ان دونوں قوتوں کو اس بات کی پرواہ تک بھی نہ رہی کہ اپنے اپنے ملک اور رعایا کے لیے ضروری حقوق کا خیال ہی رکھ سکیں۔

تو ان حالات میں چھوٹی چھوٹی اور حقیر سی طوائف الملوکی پر مبنی گروہی حکومتوں نے جنم لیا۔ کچھ تو ایسی بھی تھیں کہ جن کے پاس ایک قلعے سے زیادہ اور تھوڑی سی زمین کی ٹکڑی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ یہ عجیب و غریب حکمران آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جھگڑنے اور ظلم و زیادتی کرنے والے بنتے گئے۔ ابو شامہ کے بقول۔ کسی کا اپنے پیٹ اور شرم گاہ سے آگے کوئی پروگرام ہی نہ تھا۔

پہلی صلیبی جنگ اور سقوط بیت المقدس | پانچویں صدی ہجری کے آخر میں جب کہ خلافت عباسیہ زوال پذیر تھی اور

امت مسلمہ مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر کمزور ہو چکی تھی، مسیحی اقوام کو اپنی ناپاک آرزو کی تکمیل کا موقع مل گیا۔ ”میڈیاوار“ کے تحت پطرس راہب نے مسلمانوں کے مظالم کی فرضی داستانیں بنا کر پورے یورپ میں اشتعال پیدا کر دیا اور مسیحی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا دی۔ پوپ اربن دوم نے اس جنگ کو ”صلیبی جنگ“ کا نام دیا اور اس میں شرکت کرنے والوں کے گناہوں کی معافی اور ان کے جنتی ہونے کا مژدہ سنایا۔ زبردست تیاروں کے بعد فرانس، انگلینڈ، اٹلی، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی افواج پر مشتمل تیرہ لاکھ افراد کا سیلاب عالم اسلام کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑا۔ روبرٹ

تارمنڈی، گلڈفری اور ریومن الطولوزی جیسے مشہور یورپی فرمانروا ان بھری ہوئی افواج کی قیادت کر رہے تھے۔ شام اور فلسطین کے ساحلی شہروں پر قبضہ کرنے اور وہاں ایک لاکھ سے زائد افراد کا قتل عام کرنے کے بعد شعبان ۱۰۹۲ھ جولائی ۱۰۹۹ء میں صلیبی افواج نے بیالیس دن کے محاصرے کے بعد بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور وہاں خون کی ندیاں بہا دیں۔ فرانسیسی مورخ ”میٹھو“ کے بقول ”صلیبیوں نے ایسے تعصب کا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی، عربوں کو اونچے اونچے برہمنوں اور مکانوں کی چھت سے گرایا گیا، آگ میں زندہ جلایا گیا، گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح گھسیٹا گیا، صلیبی جنگجو، مسلمانوں کو، مقتول مسلمانوں کی لاشوں پر لے جا کر قتل کرتے، کئی ہفتوں تک قتل عام کا یہ سلسلہ جاری رہا، ستر ہزار سے زائد مسلمان (صرف اقصیٰ میں) تہ تیغ کیے گئے۔ عالم اسلام پر نصرانی حکمرانوں کی یہ وحشیانہ یلغار تاریخ میں پہلی صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔

عیسائی کمانڈروں نے فتح کے بعد پوپ کو خوشخبری کا پیغام بھجوایا اور اس میں لکھا: ”اگر آپ دشمنوں کے ساتھ ہمارا سلوک معلوم کرنا چاہیں تو مختصراً اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے معبد (مسجد اقصیٰ) میں داخل ہوئے تو ان کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔“ (تاریخ یورپ اے جے گرانت ص ۲۵۷)

بیت المقدس کے سقوط کے بعد مسیحی اقوام نے مقبوضہ شام و فلسطین کو تقسیم کر کے القدس، طرابلس، انطاکیہ اور یافا کی چار مستقل صلیبی ریاستیں قائم کر لیں، حالات نہایت پرخطر تھے، عالم اسلام کے اکثر حکمران خانہ جنگیوں میں مست تھے، بعض صلیبیوں کے حلیف بن گئے تھے، ان میں سے کوئی بھی نصرانیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ نہ رکھتا تھا۔

ایک سال میں تین صلیبی حکومتوں کا قیام | اس صورت حال میں صلیبیوں کا مسلمان ملکوں میں داخلہ آسان تر بن گیا، یہاں تک کہ صرف ایک سال اور چند ماہ کے مختصر عرصے میں اس حساس اسلامی خطے



اس نقشہ کی مدد سے جرمن فرانسیسی اور برطانوی اور دیگر یورپی فوجوں کو سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ سب صلیبی مل کر سلطان کو ختم کر کے بیت المقدس پر قبضہ کرنے تو بڑے زعم باز اور تکبر سے آئے لیکن انجام کیا ہوا؟ ایک صلیبی مورخ کی زبان سے سنیں 'وہ اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"پاپائے روما کی فریاد سنتے ہی کل مسیحی دنیا نے ہتھیار اٹھالے تھے، قیصر فریڈرک، شاہان انگلستان و فرانس و سسلی، آسٹریا کا 'ایو پولڈ'، برگنڈی کا 'ڈیوک'، فلانڈر کا 'کاؤنٹ'، سینٹیکوں مشہور و معروف 'یرن' اور تمام عیسائی قوموں کے نائٹ، یروٹلم کا عیسائی بادشاہ اور فلسطین کے دیگر عیسائی و اہلیان ملک، طبقہ داویہ اور طبقہ البریطار کے بڑے بڑے شہسوار..... یہ سب کے سب اس کوشش میں مصروف رہے کہ بیت المقدس پر اپنا قبضہ جمالیں اور یروٹلم کی مسیحی سلطنت جو مٹنے کے قریب ہے پھر شاداب ہو جائے..... لیکن اس کا انجام کیا ہوا؟ اس عرصے میں قیصر فریڈرک فوت ہو گیا، شاہان انگلستان و فرانس اپنے اپنے ملک لوٹ گئے جبکہ ان کے بڑے عالی مرتبت معزز ساتھی سرزمین اٹلیا میں دفن ہو گئے۔ اس کے باوجود القدس سلطان صلاح الدین کی پاس رہا۔"

میں ان صلیبیوں کی مندرجہ ذیل تین صلیبی حکومتیں معرض وجود میں آگئیں۔

① ”رہا“ کی حکومت: جو ۱۰/ مارچ ۱۰۹۸ء کو قائم کی گئی۔

② ”انطاکیہ“ کی حکومت: اسی سال ہی ”حزیران“ میں قائم ہوئی جس نے

”القدس“ شہر پر قبضہ کر لیا۔۔۔۔۔

پھر ۱۰۹۹ء میں ”القدس“ شہر میں اس حکومت کو منتقل کر دیا گیا۔۔۔۔۔ پھر یہ شہر

صلیبیوں کے ہاتھوں میں ہی چلتا آیا۔ یہاں تک کہ (۸۸ برس بعد) صلاح الدین ایوبی نے

۱۱۸۷ء میں ان سے واپس لیا۔

③ ”طرابلس“ کی حکومت: یہ ۱۱۰۹ء میں بنائی گئی۔

صلیبیوں کے اس تیز رفتاری سے حکومتیں بنا لینے میں ہمیں زیادہ حیرانی نہیں ہونی

چاہئے کیونکہ ہم گذشتہ پشیمان کن اور ذلت آمیز اسباب دیکھ چکے ہیں۔ اور اس سے بڑھ

کر یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ہمارے ان قلعوں کے والیوں اور شہروں کے امراء میں سے

چند ایک تو ان حملہ آوروں سے باقاعدہ تعاون بھی کیا کرتے تھے۔ اپنے مال اور اپنی اولاد

ان کے سامنے حاضر خدمت کر دیا کرتے، اس حال میں کہ وہ ”القدس“ شہر پر قبضہ کرنے

والے تھے۔ جیسا کہ ”شینزر“ میں بنو منقذ نے کیا اور ”طرابلس“ میں بنو عمار نے یہ

نقدارانہ کام کیا۔ اور کچھ اور بھی ہیں ”جو ان کے نقش قدم پر چلے، جو اپنی حقیر، کمینہ اور

ذلیل حکومتوں کو بچانے کے عوض اس قومی خیانت اور ذلت پر راضی ہو بیٹھے تھے۔

تقریباً چالیس سال تک عالم اسلام پر جمود طاری رہا۔ پھر یکایک ان

ساکت لہروں میں جنادی اضطراب پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ یہ بالکل

بیداری کا زمانہ

نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان انہی حالات میں سے گذرتے چلے جائیں۔۔۔۔۔ ان مایوسیوں کے

بعد امت کا شعور بیدار ہونا شروع ہوا، ان سے نجات پانے اور رہائی حاصل کرنے کے

لیے سوچیں پروان پڑھنے لگیں، کیونکہ مسلمان۔۔۔۔۔ باوجود ان کٹھن حالات کے جو ان پر

چھائے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ پھر بھی قرآن پاک، سنت نبوی اور سیرت نبوی کی برکت سے اپنے

دلوں میں، اپنے وجود کے رویں رویں میں (اور ریشے ریشے میں) ان اسلامی عقائد و



تعلیمات کو جگہ دیتے آئے ہیں۔

عماد الدین زنگی کے ہاتھوں صلیبیوں کی ٹھکانی | ان کرب ناک حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ترکی نوجوان ”عماد

الدین زنگی“ کو اس کام کے لیے حوصلہ بخشا، یہاں تک کہ ۵۲۱ھ میں موصل کی چھوٹی سی ریاست اس کے ہاتھ لگ گئی۔ پھر اس نے بتوفیق الہی اپنی شانِ عبقری، جرأت و ہمت، جذبہ ایمانی اور غیرتِ اسلامی کے جذبوں سے سرشار ہو کر، مسلمانوں کی آرزوؤں اور تمنائوں پر لبیک کہتے ہوئے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا۔ اپنی مختصر سی ایٹھتھ کو اس طرح وسیع کیا کہ حلب، حماة اور حمص کے علاقے اپنے ساتھ ملا لیے۔ جس سے ایک چھوٹا سا ”متحدہ اسلامی بلاک“ بن گیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس جماد کی برکت سے ”الرحا“ کا علاقہ صلیبیوں سے واگذار کروا لیا، اور ۵۲۹ھ بمطابق ۱۱۳۳ء میں عیسائیوں کی اس حکومت کو ختم کر دیا، تو مسلمانوں نے کسی حد تک راحت و اطمینان کا سانس لیا۔ ان کی خود اعتمادی پلٹ آئی انہوں نے ”الرحا“ شہر پر اپنے دوبارہ قبضے کو ”فتح الفتح“ کا نام دیا۔

عماد الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے پے در پے حملوں نے عیسائی فاتحین کے دفاع سے تمام اسلامی دنیا کو زیرِ تلخیں کرنے کا خیال رخصت کر دیا اور وہ فلسطین اور شام کے مقبوضات کے دفاع میں گو اپنی بڑی کامیابی سمجھنے لگے تاہم عماد الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی یہ خام خیالی بھی دور کر دی اور حصن بابرین، ”جبلک“ اور ”ربا“ کے اہم مراکز ان کے قبضے سے آزاد کرا لیے۔

پھر وہ اس اسلامی بلاک کی توسیع میں مسلسل کوشاں رہا۔ اس نے اپنی جمادی یلغاروں کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اس نے ان دخل انداز غاصب صلیبیوں کے ناپاک وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ بالآخر ۵۴۱ھ میں ”جعبہ“ نامی قلعے کے محاصرے کے دوران امت مسلمہ کا یہ عظیم سپہ سالار اور مجاہد شہید کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

نور الدین محمود اور اس کے جمادی و قتالی عزائم | پھر اس کے ہونہار سپوت نور الدین محمود نے اس علم کو



سُلطان نور الدین زنگی مہلقہ کا بنایا ہوا وہ تاریخی مینبر جو خوبصورتی اور پائیداری میں اپنی مثال آپ تھا۔ سلطان نے اسے اپنی عمرانی میں تعمیر کروایا تھا تاکہ فتح بیت المقدس کے بعد اسے مسجد کے خراب کے ساتھ نصب کیا جاسکے۔ ان کے جانشین اور وارث سلطان صلاح الدین ایوبی مہلقہ نے ان کا یہ ارمان پورا کیا اور اس مینبر کو فتح بیت المقدس کے بعد شام کے شہر حلب سے لا کر مسجد اقصیٰ کی زینت بنایا۔ ۱۲۶۹ میں یہودیوں نے مسجد کو آگ لگائی تو یہ عجیبہ روزگار مینبر بھی جل گیا۔ اب یہ مسجد سے مہلقہ غائب گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اور پھر کسی مرد کھلہ کا منتظر ہے جو اسے اصل مقام پر نصب کر سکے۔

اٹھایا، اللہ تعالیٰ نے اسے صلیبیوں کے ساتھ جماد کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمایا۔ اس نے کتنے ہی قلعے اور شہر صلیبیوں کے قبضے سے واپس لیے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی خلوص نیت اور رفتارِ عملِ جماد کی نسبت سے اپنی مددِ خاص سے نوازتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ”القدس“ شہر صلیبیوں سے چھڑوانے کا مصمم ارادہ کر لیا، یہاں تک ہی نہیں بلکہ اس نے ”بیت المقدس“ میں رکھوانے کے لیے ایک منبر بھی بنوایا، کاریگروں کو انتہائی مہارت اور دلچسپی سے بنانے کا حکم دیا۔ بڑھتی حضرات کو یوں سمجھایا کہ ”ہم نے اسے ”بیت المقدس“ کی زینت بنانا ہے لہذا اپنے فن کی مہارتوں کی انتہا کر دو“ چنانچہ کاریگروں نے کئی سالوں کی محنتِ شاقہ سے اسے تیار کیا۔ امام ابن الاثیر ”الکامل“ میں اس پر یوں رقمطراز ہیں:

«فَجَاءَ عَلَيَّ نَحْوُ لَمْ يَعْمَلْ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ»

”کہ یہ ایسا کارنامہ ہے جو اس سے قبل کوئی مسلمان انجام نہ دے سکا تھا۔“

ان کوششوں کے ساتھ ساتھ اس نے اسلامی بلاک کو متحد اور بیدار رکھنے کی کاوشیں بھی تیز کر دیں، جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے بکھری ہوئی، چھوٹی چھوٹی من پسند قلعوں اور شہروں کی حکومتوں کی بجائے ایک طاقتور جماد جاری رکھنے والی سلطنت عطا فرمائی، جزیرۃ فراتیہ، سوریہ (یعنی شام)، اردن، مصر، حجاز اور یمن اس سلطنت کے مضبوط پائے تحت سمجھے جانے لگے۔

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبیوں سے جماد کا علم سنبھال لیا، اور اپنے مسلسل حملوں سے تمام دنیائے عیسائیت کو بدحواس کر دیا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ نور الدین زنگی کی قیادت میں مسلمان جلد یا بدیر بیت المقدس کو بازیاب کرالیں گے۔ اس خطرے کو بھانپ کر جرمنی کے بادشاہ کو نرادر ثالث اور فرانس کے تاجدار لوئی ہفتم نے مشترکہ تیاری کے ساتھ ایک ٹڈی دل لشکر ترتیب دیا اور ۵۳۲ھ ۱۱۳۷ء میں عالم اسلام پر چڑھائی کر دی۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے مومنانہ شجاعت اور غیر معمولی استقامت کے ساتھ دو سال تک ان کا بھرپور مقابلہ کیا اور انہیں عبرتناک شکست دے کر واپس

لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ عیسائی حملہ آوروں کی اس دوسری مشترکہ یلغار کو تاریخ میں دوسری صلیبی جنگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

چند سال بعد سلطان نور الدین نے ایک زبردست معرکے میں دس ہزار صلیبی جنگجوؤں کو تباہ کر کے ان کے اہم مرکز قلعہ حارم پر قبضہ کر لیا، بعد ازاں دنیائے عیسائیت کے مقابلے میں مضبوط مورچے تیار کرنے کے لیے انہوں نے دمشق اور مصر کو بھی زیرِ تلکین کر لیا۔ دمیاط اور اسکندریہ کی بندرگاہوں پر تسلط کے بعد انہوں نے یورپ کے بحری راستے سے شام اور بیت المقدس کے عیسائیوں کی کمک کا راستہ بند کر دیا۔ سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ بیت المقدس کی آزادی کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہے تھے کہ ان کا وقت موعود آ گیا۔

کاش! ذات باری تعالیٰ اسے پورے عالم اسلام کو متحد کرنے کے لیے کچھ مہلت اور دے دیتی!..... وجودِ اسلامی کے ایک ایک رگ و ریشے میں روح اسلام کو سرایت ہو لینے دیتی!..... ”القدس“ شہر فتح ہو لینے دیتی..... ”مسجد اقصی“ میں اس منبر کو نصب ہو لینے دیتی.....

افسوس! کہ موت نے اسے مہلت نہ دی اور پھر موت بھی اس حالت میں کہ ۵۶۹ھ میں قلعہ دمشق کے ایک معمولی سے کمرہ میں یہ اللہ کا مجاہد و عاجز بندہ اللہ رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں مصروفِ عبادت تھا۔ ابھی اس نے اپنی عمر کی ساٹھ بہاریں ہی دیکھی تھیں..... (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

سلطان صلاح الدین ایوبی ”علم جہاد تھامتے ہیں“  
رشید سلطان ناصر یوسف صلاح

الدين نے بیت المقدس اور فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے پھر سے اس علم جہاد کو اٹھا لیا..... صلاح الدین کی شخصیت میں تقریباً تمام اسلامی محاسن و خصائل کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے تھے۔ اس میں بردباری و پرہیزگاری ارادے کی پختگی و پیش قدمی، دنیا سے بے رغبتی اور سخاوت، مہارت سیاسی و تدبیر عملی، ہمہ وقت جہاد کے لیے کمر بستہ، علم دوستی

اور علماء کی قدر دانی جیسی اعلیٰ صفات قابل رشک تھیں۔ یقیناً جن کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سر بلندی، اپنے دشمنوں کی سرکوبی کے لیے چن لیتا ہے ان میں یہ صفات لازماً موجود ہوتی ہیں، جو اپنا حصہ ڈال کر تاریخ اسلام کا رخ صحیح جانب موڑ دیتے ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اسلامی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش مقام رکھتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ جہاد مسلسل سے عبارت تھا، انہوں نے دین مبین کی سر بلندی، کفر سے جہاد اور بیت المقدس کی بازیابی کے لیے انتھک جدوجہد کی اور اللہ بزرگ و برتر نے انہیں ان کے ارادوں میں کامیاب کیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا تعلق کرد قوم سے تھا جو شام، عراق اور ترکی کی جنوبی سرحدوں میں پائی جاتی ہے۔ ان کے والد نجم الدین ایوب مشرقی آذربائیجان کے ایک گاؤں ”دوین“ کے رہنے والے تھے، بعد میں وہ شام آکر عماد الدین زنگی کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ان کے بھائی ”اسد الدین شیرکوه“ بھی ان کے ساتھ تھے۔ دونوں نے اپنی صلاحیتوں کی بناء پر نمایاں ترقی کی۔ نجم الدین ایوب کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے صلاح الدین ایوبی کے لیے بھی ترقی کے راستے کھل گئے۔ سلطان نور الدین زنگی نے ان کی قابلیت دیکھتے ہوئے مصر کی فتح کے لیے انہیں اسد الدین شیرکوه کا دست راست بنا کر روانہ کیا۔ مصر پر قبضے کے کچھ عرصے بعد جب شیرکوه نے وفات پائی تو نور الدین زنگی کے نائب کی حیثیت سے صلاح الدین ایوبی نے وہاں کی حکومت سنبھال لی۔ ۵۵۹ھ میں سلطان نور الدین زنگی کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبی مصر کے خود مختار حاکم بن گئے۔ بعد ازاں انہوں نے دمشق اور شام کی چند دیگر چھوٹی چھوٹی کمزور مسلم ریاستوں کو بھی اپنی تحویل میں لے کر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی جو صلیبی حکمرانوں کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے اور انہیں اسلامی مقبوضات سے نکلنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی تھی۔

اس سے قبل سلطان کی زندگی ایک عام سپاہی کی سی تھی مگر حکمران بنتے ہی ان کی طبیعت میں عجیب تبدیلی پیدا ہوئی۔ انہوں نے راحت و آرام سے منہ موڑ لیا اور محنت و مشقت کو خود پر لازم کر لیا۔ ان کے دل میں یہ خیال جم گیا کہ اللہ کو ان سے کوئی بڑا کام

لینا ہے جس کے ساتھ عیش و آرام کا کوئی جوڑ نہیں۔ وہ اسلام کی نصرت و حمایت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کمر بستہ ہو گئے، ارض مقدس کو صلیبی جنگجوؤں کے وجود سے پاک کرنا انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری برسوں کے دوران اسی کام کے کرنے کی کوشش کی۔ اس کی شخصیت میں موجود خصائص و کمالات کا بھی یہی تقاضا تھا کہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ باقی رہنے والے کچھ شاندار اور عالی شان کارنامے سرانجام دے لے۔ تو قصہ مختصر اب لیجیے! اس کے کچھ ایسے ہی اعمال اور کارناموں کا بیان بھی ملاحظہ



مسجد اقصیٰ کے محراب و منبر کا ایک دلکش منظر یہ خوبصورت پر شکوہ اور بادقار مقام اللہ کے بے شمار مقرب بندوں اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے مجاہدین و غازیان کی سجدہ گاہ رہی ہے۔

## حطین میں صلیبیوں پر قہر و غضب

”حطین“ بحیرہ طبریہ کے مغربی جانب واقع ہے، جو اب مقبوضہ فلسطین میں ہے۔ یہ ایک سرسبز و شاداب بستی ہے جس میں پانی کی فراوانی بھی ہے۔ اس میں جیسا کہ زبان زد عام ہے۔ کہ شعیب رضی اللہ عنہ کی قبر بھی موجود ہے۔ اس بستی کے قریب ہی سلطان صلاح الدین رضی اللہ عنہ کا صلیبیوں سے ایک خون ریز معرکہ ہوا تھا، وہ کس طرح ہوا تھا؟ ابھی تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں۔ ۵۸۳ھ ماہ ربیع الاول کی ۲۳ تاریخ کو بروز ہفتہ یہ معرکہ چاہوا۔ اس معرکہ سے قبل صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کی حالت مضبوط، قوت بازو توانا، لشکر جرار، اور لوگوں کا جم غفیر اس کے ایک اشارہ آبرو پر اسلام پر نثار ہونے کو تیار تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان تمام نعمتوں اور قوتوں کو صلیبیوں کے مقابلے میں استعمال کرنا چاہا تاکہ ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔

پاس کی شدت کا عذاب اوپر سے مجاہدین کی یلغاریں | انہیں یہ خبر ملی تھی کہ ”عکا“ کی سر زمین میں

”صفوریہ“ کی چراگاہ میں صلیب کے پجاری اپنے لاؤ لشکر سمیت اکٹھے ہو رہے ہیں۔ سلطان اپنے لشکروں سمیت حطین کے علاقے بحیرہ طبریہ کے غربی پہاڑ پر ان کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔ اس نے صلیبیوں کو ابھارا اور انہیں وہاں سے نکال کر ایسے علاقے میں لانے میں کامیاب ہو گیا جہاں پانی نہ تھا۔ راستوں میں واقع جو چند چشمے اور تالاب تھے ان کو بھی مسلمان مجاہدین نے ناقابل استعمال بنا دیا تھا۔

جب مسلمان اور صلیبی ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو شدت پاس سے



صلیبی بہت تنگ ہوئے۔ اس کے باوجود وہ اور مسلمان ڈٹ کر لڑتے رہے، بہادری اور صبر سے داد شجاعت دیتے رہے، مسلمانوں کے مقدمہ الجیش یعنی سپاہ کے اگلے دستے بلندی پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کے بعد انہوں نے ان اللہ کے دشمنوں پر تیروں کی بوچھاڑ سے وہ بارش برسائی جیسا کہ وہ منتشر مذی دل کا حملہ ہو، اس سے دشمن کے ان گنت گھوڑ سوار جہنم واصل ہوئے۔ اس دوران صلیبیوں نے بارہا پانی والی جگہ کی طرف بڑھنے کی کوششیں کیں کیونکہ وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ صرف شدت پیاس ہی کی وجہ سے وہ کثیر تعداد میں مر رہے ہیں۔ اس بیدار مغز قائد و سپہ سالار نے ان کے ارادوں کو بھانپ لیا تو وہ ان کے اور ان کی مطلوبہ چیز یعنی پانی کے درمیان حائل رہا اور ایسے ہی ان کی شدت پیاس کو برقرار رکھا۔

جوش جہاد اور طلب شہادت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر | پھر خود بنفس نفیس  
طوفانی موجوں کی

طرح مسلمانوں کے پاس پہنچ پہنچ کر انہیں ابھارتا رہا، جو اس شہادت کے صلے میں انہیں اللہ کے پاس سے ملنے والا تھا، اس کی رغبت دلاتا رہا۔ شوق جہاد پیدا کرتا رہا۔ ان صابر اور صادق مجاہدین کے لیے اللہ کی تیار شدہ نعمتوں کو یاد دلاتا رہا۔ تو مسلمانوں کی حالت دیدنی بن گئی کہ وہ موت یعنی مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے دیوانہ وار آگے بڑھنے لگے۔ جوں جوں اپنے سالار کی حالت کو دیکھتے اور اس کی ایمان افروز باتوں کو سنتے تو ظاہری زندگی سے دست کش ہو کر جنت کی طرف لپکنے لگے۔ گویا کہ اپنی زبان حال سے یوں پکار رہے ہوں کہ ”ہمیں ان صلیبیوں کی صفوں کے پیچھے جنت مل رہی ہے۔“

اچانک ایک نوجوان بجلی کی طرح تلوار لیے نکلتا ہے | چشم زدن میں ایک  
نوجوان مسلمانوں کی

صفوں سے بجلی کی طرح نمودار ہوا، اور صلیبیوں کی صفوں کے سامنے سینہ تانے کھڑا ہو گیا، جیسے ”موت پر بیعت“ کرنے والے لڑتے ہیں، ایسی بے جگری سے لڑا کہ دشمن حیران و ششدر رہ گیا۔ پھر دشمن اس پر نوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا۔ اس کا شہید ہونا

کیا تھا گویا کہ پڑوں کے خزانوں میں آگ لگا دی گئی ہو۔ مسلمان طیش میں آ گئے، ان کے سینوں میں جوش انتقام کا طوفان ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ لہذا انہوں نے ایسا نعرہ تکبیر بلند کیا کہ جسے کائنات کے کناروں نے سنا ہو گا اور آفاق عالم نے جس کا جواب دیا ہو گا۔ پھر مسلمانوں نے صلیبیوں پر وہ پُر خلوص فدائیانہ اور جانثارانہ حملے کیے جنہوں نے صلیبیوں کی صفوں کو تتر بتر کر کے رکھ دیا، صلیبی فوج کے سربراہ ”الکونٹاریموند“ کا دل مایوسی اور ناامیدی سے بھر گیا، اس نے میدان جنگ سے فرار ہونے کی کوشش کی، لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ اس نے اپنا ایک گھوڑ سوار دست اکٹھا کیا اور قریبی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تاکہ بھاگنے کے لیے کوئی راستہ بنا سکے، لیکن اس جانب صلاح الدین ایوبی کا بھتیجا تقی الدین عمر مقرر تھا، جب اس نے دیکھا کہ وہ ایک مصیبت زدہ اور مایوس آدمی کے حملہ کرنے کی طرح حملہ آور ہیں، کوئی راہ فرار چاہتے ہیں، تو اس نے انہیں بھاگنے کی راہ دے دی۔ انہوں نے جان کی امان میں ہی عافیت جانی اور دم دبا کر بھاگ نکلے۔ وہ ایسے بھاگ رہے تھے کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے، کیونکہ ان کی مطلوب اب ایک ہی چیز تھی کہ بھاگو بھاگو اور جان بچاؤ.....

آگ کا بطور جنگی ہتھیار استعمال اور یہ بھی اتفاق کی بات تھی کہ وہ علاقہ ایسا تھا جہاں خشک گھاس اور خزاں زدہ خشک درخت بکثرت موجود تھے اور وہ دن بھی انتہائی زیادہ گرمی والے، ٹو پلنے کے ایام تھے، مسلمانوں نے اس میں آگ لگا دی، آگ بڑھی، شعلے اٹھے، ہوا کا رخ بھی صلیبیوں کی طرف تھا۔ تو اس طریقے سے صلیبیوں پر کئی حرارتیں حملہ آور تھیں یعنی آگ کی حرارت..... دھوئیں کی حرارت..... پیاس کی حرارت..... قتل کی حرارت اور موسم کی حرارت..... سب کی سب اکٹھی ہو گئی تھیں۔ اس سے قبل انہوں نے ایسا حال کبھی نہ دیکھا ہو گا..... (کیونکہ یہ صلیبی اکثر سرد اور برفانی علاقوں کے رہنے والے تھے)

عبرت ناک اور حسرت ناک موت کا یقین اور یہ اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ کوئی راستہ انہیں موت سے بچا نہیں سکے گا

سوائے اس کے کہ اپنے ”عقیدہ“ کا... خواہ وہ کیسا بھی ہے... دفاع کرنے والے کی طرح بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے موت کی طرف ہی بڑھا جائے... ادھر ان مسلمانوں کا کیا جوش اور ولولہ ہو گا جو اپنے سچے عقیدے کے ساتھ لڑ رہے تھے، جن کے گھر بار لوٹ لیے گئے تھے جن کے علاقے چھین لیے گئے تھے۔

صلیبی ایک بار پھر جمع ہوئے، مسلمانوں پر کئی حملے کیے، قریب تھا کہ مسلمانوں کو ان کی جنگوں سے ہٹا دیتے اگر ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت نہ ہوتی۔ بس یہ ہوتا رہا کہ ہر بار صلیبی جب حملے سے واپس پلٹتے تو مقتولین اور مجروحین کی تعداد میں اضافہ ہی پاتے... یہاں تک کہ کمزور سے کمزور تر ہی بنتے گئے۔ امام ابن الاثیر کے بقول... مسلمانوں نے انہیں دائرے کے محیط کی طرح گھیرے میں لے لیا، کچھ باہر بچے تو وہ عظیم کی ایک جانب ایک ٹیلے پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے، وہاں انہوں نے اپنے خیمے نصب کرنا چاہے تو مسلمان ان پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے، اکثر کو جہنم واصل کیا پھر بھی وہ ایک خیمہ نصب کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے اور وہ بھی اپنے بادشاہ کا خیمہ...

صلیب اعظم پر مجاہدین کا قبضہ | مسلمانوں نے دریں اثناء ان سے اس ”صلیب اعظم“ کو چھین لیا جس کو ”صلیب الصلبوت“ کہتے تھے۔ اس صلیب کا مسلمانوں کے قبضہ میں آ جانا ان کے لیے سب سے بڑی پریشانی بن گئی۔ اوپر سے اللہ کا لشکر یعنی مسلمان انہیں نہ تیغ بھی کیے جا رہے تھے اور بے شمار کو قیدی بھی بنا رہے تھے، یہاں تک کہ اس ٹیلے پر بادشاہ کے خواص اور بہادر تقریباً ڈیڑھ صد گھوڑ سوار باقی رہ گئے۔

صلیبی بادشاہ کے خیمے کی تباہی اور سجدہ میں شکرانہ کے آنسو | یہاں سے ہم صلح الدین کے

بیٹے سلطان افضل کی بات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو اس نے معرکہ کے اس مرحلہ سے متعلق اپنی عینی شہادت کے طور پر بیان کی ہے، وہ بتاتا ہے کہ ”میں بھی اس معرکہ میں اپنے ابو کے ہمراہ تھا... ان افرنگیوں نے اپنے مد مقابل مسلمانوں پر یک بارگی ایک بڑا

خطرناک حملہ کیا، یہاں تک کہ انہیں میرے ابو کے قریب تک لے آئے۔ میں نے اپنے ابو جان کی طرف نگاہ اٹھائی تو چہرے پر پریشانی اور غصے کے آثار دیکھے، انہوں نے اپنی ریش مبارک کو پکڑا اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے اس کی پیروی کی۔ فرنگی شکست کھا کر پیچھے ہٹے اور ایک ٹیلے تک پہنچ کر پناہ گزین ہوئے۔ میں اس دم زور زور سے چلا رہا تھا: ”ہم نے انہیں ہرا دیا، ہم نے انہیں شکست دے دی!!“ فرنگی دوبارہ ہلنے، دوسری بار پھر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے اپنے سامنے والے مسلمانوں کو پھر میرے ابو تک پہنچا دیا۔ میرے ابو جان نے دوبارہ پہلے کی طرح کیا، مسلمان بھی ان کے ساتھ ہی جھپٹے اور یوں دوبارہ انہیں اس ٹیلے تک پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

دراصل سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اپنا یہ فعل و عمل اس انداز سے کر رہے تھے جس انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں کیا تھا۔ جیسا کہ سیدنا علی بن ابی طالب روایت بیان کرتے ہیں: ”جب لڑائی اپنے جو بن پر ہوتی، آنکھیں جوش انتقام میں سرخ ہو چکی ہوتیں تو لوگ آپ کے پاس آکر اپنے آپ کو بچایا کرتے تھے، لڑائی کی اس حالت میں آپ دشمن کے قریب ترین ہوا کرتے تھے۔“ یہ بات کوئی قابل تعجب بھی نہیں۔ بلکہ ایسے مرحلے میں ایک حقیقی مؤمن سپہ سالار کو جو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہو، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی کرنی چاہیے۔

جب مسلمان دوسری مرتبہ افرنگیوں پر جھپٹے افضل پھر چلانے لگا: ”ہم نے انہیں شکست دے دی..... ہم نے انہیں ہرا دیا.....!!“ تو س کا باپ (سلطان) اس کی طرف پلٹا اور اسے کہا: ”چپ ہو جا۔ جب تک اس خیمہ کو اکھاڑ نہ لیں گے ہم نے انہیں شکست نہیں دی“ یہ صلیبی بادشاہ کے اس خیمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو ٹیلے پر نصب کیا گیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی اپنا یہ جملہ پورا بھی نہ کیا تھا کہ مجاہدین کی طرف سے اس خیمے کو زمین بوس کیا جا چکا تھا۔ سلطان یہ دیکھتے ہی اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور بارگاہ الہی میں سجدہ شکر کیا..... اس کے ساتھ ہی، جو اللہ نے مسلمانوں پر انعام

فرمایا تھا 'آپ کے گندم گوں رخساروں پر خوشی و انبساط کے آنسو موتی بن کر بہ رہے تھے۔ اللہ اکبر! یہ یادگار معرکہ فلسطین کی صلیبی ریاستوں کے مکمل خاتمے اور بیت المقدس کی آزادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس معرکہ کے متعلق مغربی مورخ لین پول لکھتا ہے:

کئے ہوئے سرخربوزوں کی فصل کی مانند ہر طرف بکھرے پڑے تھے۔

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کی گرفتاری | مسلمان ٹیلے پر چڑھ گئے، تمام فرنگیوں کو قیدی بنا لیا۔ ان میں بیت المقدس کا بادشاہ "جان نور جیان" اور "کرک" قلعہ کا مالک "البرنس آرناط" بھی شامل تھا۔ تمام فرنگیوں میں اس سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی بھی دشمن نہ تھا۔ مسلمانوں نے ان میں سب سے عظیم المرتبت بری فوج کے کمانڈر ان چیف "جیرار ڈی ریڈ فورٹ" کو بھی گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں نے ان کے ہمت سے سرکردہ لیڈروں کو بھی قابو کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ بری فوج اور صحرائی و بیابانی فوج کے دستوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان میں جنم واصل بھی بکثرت ہوئے اور بکثرت ہی گرفتار ہوئے۔ جو کوئی ان کے مقتولوں کو دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ کوئی ایک بھی گرفتار نہ ہوا ہوگا (یعنی سب کے سب جنم واصل ہو گئے ہیں) جو کوئی ان کے قیدیوں پر نگاہ ڈالتا تو یہ خیال کرتا کہ کوئی بھی قتل نہیں ہوا ہوگا (یعنی سب کے سب قیدی بنا لیے گئے ہیں یعنی وہ اس کثرت سے مقتول اور قیدی ہوئے تھے) ان ظالموں کو جب سے (یعنی ۱۰۹۱ھ / ۱۰۹۷م) سے یہ ان اسلامی ممالک میں گھسے ہیں، اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کرنا پڑا جتنا اس معرکہ میں۔ عیسائی مورخ مچاؤ اس جنگ میں عیسائیوں کے نقصان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تفصیل سے لکھتا ہے:

"فتح مسلمانوں کی طرف مائل ہو چکی تھی لیکن رات نے دونوں فوجوں کو اپنے تاریک پردوں کے نیچے چھپا لیا، اور فوجیں اسی طرح ہتھیار پنے ہوئے جہاں

تھیں صبح کے انتظار میں پڑ رہیں۔ ایسی رات میں آرام کس کو نصیب ہو سکتا تھا۔ سلطان تمام رات فوجوں کو جنگ کے لیے براہِ گنجتہ کرتا رہا۔ نہایت پر جوش الفاظ میں ان کی ہمت اور حوصلوں کو بڑھانے کی کوشش کی۔ تیراندازوں میں چار چار سو تیر تقسیم کر کے ان کو ایسے مقامات پر متعین کیا کہ عیسائی فوج ان کے احاطہ سے نہ نکل سکے۔

تیس ہزار صلیبی فوجی مجاہدین کے ہاتھوں کٹتے ہیں! یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنی صفوں

کو قریب قریب یکجا کر لیا، لیکن ان کی طاقت صرف ہو چکی تھی۔ دورانِ جنگ بعض اوقات وہ ایک دوسرے کو موت کی پرواہ نہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے اور بعض اوقات آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ کسی وقت وہ ان مسلمانوں کو جو ان کے نزدیک تھے دھمکیاں دیتے تھے۔ اور اپنے خوف کو چھپانے کے لیے ساری رات فوج میں ڈھول اور نفیری بجاتے رہے۔

آخر کار صبح کی روشنی نمودار ہو گئی جو تمام عیسائی فوج کی بربادی کا ایک نشان تھی۔ عیسائیوں نے جب صلاح الدین کی تمام فوج کو دیکھا اور اپنے آپ کو سب طرف سے گھرا ہوا پایا تو خوفزدہ اور متعجب ہو گئے۔ دونوں فوجیں کچھ دیر تک ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی صفوں میں آراستہ کھڑی رہیں۔ صلاح الدین حملہ کا حکم دینے کے لیے افق پر روشنی کے اچھی طرح نمودار ہو جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب صلاح الدین نے وہ مملکت لفظ پکار دیا تو مسلمان سب طرف سے یکبارگی حملہ کر کے خوفناک آوازیں بلند کرتے ہوئے (جس سے اس انگریز مؤرخ کی مراد نعرہ اللہ اکبر ہے) نوٹ پڑے۔ عیسائی فوج کچھ دیر تک تو جان توڑ کر لڑی مگر ان کی قسمتیں ان کے دنوں کو ختم کر چکی تھیں۔ ان کی بائیں جانب کوہِ حطین واقع تھا۔ تلواروں اور نیزوں کے سایہ میں پناہ نہ دیکھ کر وہ حطین کی طرف بڑھے کہ اسی کو اپنا پناہ گاہ بنا لیں لیکن تعاقب کرنے والے مسلمان وہاں ان سے پہلے پہنچنے والے تھے۔ یہی مقام اس عظیم اور مہیب خونریزی کی یادگار ہونے (بننے) والا

تھا۔ صلیب کی لکڑی جو ”عکا“ کے پادری کے ہاتھ میں تھی، پادری کے کٹ کر گر جانے پر ”لذا“ کے پادری نے سنبھالی مگر وہ معد صلیب کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گیا۔ صلیب کو چھڑانے کی کوشش کرنا بقیہ عیسائی فوج کی موت کا باعث ہو گیا۔ حطین کی زمین کشتوں سے بھر گئی۔ خون کا دریا بہ نکلا۔ ایک روایت کے مطابق تیس ہزار عیسائی فوج کے خون سے زمین رنگی گئی اور تیس ہزار ہی مسلمانوں کی قید میں آ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کے نقصان کا کوئی صحیح اندازہ بیان نہیں کیا گیا مگر ایسی فتح آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ عیسائی نائٹ اور سوار سر سے پاؤں تک لوہے کی زرہوں وغیرہ میں ایسے چھپے ہوئے ہوتے تھے کہ سوائے آنکھ کے ان کے جسم کا کوئی مقام کھلا نہیں ہوتا تھا اور کوئی ہتھیار آسانی سے ان پر کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔“

جب چالیس چالیس صلیبی قیدی خیمے کی ایک رسی سے باندھے گئے! ایک

مسلمان مؤرخ اس امر کو بطور ایک عجیب واقعہ کے بیان کرتے ہوئے اور جمادی عظمت کے حقائق کو انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”عیسائی سوار سر تپا لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزہ اور تلوار سے کوئی زخم لگانا مشکل ہوتا تھا۔ اس لیے پہلے گھوڑے کو قتل کر کے سوار کو زمین پر گرانا پڑتا تھا اور پھر اس کو مارا جاتا تھا۔ اسی سبب سے تمام بیہوش مال غنیمت میں کوئی گھوڑا مسلمانوں کے ہاتھ نہ آیا۔ عیسائی مقتولوں کے سخت بیہوش ناک نظارے مؤرخوں نے بیان کیے ہیں۔ ان کی صفوں کی صفیں کٹی پڑی تھیں اور جدھر نظر جاتی تھی۔ اسی طرح عیسائی قیدیوں کی تعداد بھی عظیم تھی۔ ایک ایک رسی میں تیس تیس چالیس چالیس عیسائی باندھے دیئے گئے اور سو سو اور دو دو سو قیدیوں کو ایک ایک جگہ بند کیا گیا، جن پر ایک ہی مسلمان محافظ تھا۔ ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے کہ ”ایک مسلمان سپاہی اکیلا ۴۰ عیسائی قیدیوں کو خیمہ کی رسی سے باندھ کر ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا۔ دمشق میں





تین دینار کو ایک ایک عیسائی قیدی فروخت ہوا۔ اور ایک سپاہی نے جس کے پاس جو تانہ تھا، اپنے حصہ کے ایک عیسائی قیدی کو ایک کفش دوز (موچی) کے ہاتھ جوتے کے بدلے میں فروخت کیا۔ بل غنیمت کی تقسیم سے ہر ایک غریب سپاہی بھی مالدار ہو گیا۔"

غرض اس قسم کے حالات ہیں جو بیان کیے گئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طین کی شکست نے عیسائیوں کی طاقت کو جڑ سے اکھڑ دیا تھا اور اس سے زیادہ اتھری اور تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ عیسائیوں کی صلیب، عیسائیوں کا بادشاہ، ہر ایک عیسائی امیر اور نامور شخص مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا تھا۔ امراء اور نامور والیان ملک عیسائیوں میں سے صرف ایک شخص سے منڈ صاحب طرابلس جو فوج کے پچھلے حصہ پر متعین تھا، میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ سکا، مگر موت نے وہاں بھی اس کا پیچھانہ چھوڑا اور طرابلس میں پہنچ کر دل شکنی سے یا ذات الجنب کے مرض سے مر گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کا خیمہ نصب کیا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شاکر، قابل رشک حالت میں خیمہ میں بیٹھا

ہوا تھا۔ لوگ ان قیدیوں کو اور ان کے رسوائے زمانہ بڑے بڑے عہدے داروں کو، جن کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے تھے، باری باری سلطان کے سامنے لا رہے تھے۔ اس فاتح سلطان نے صلیبیوں کے بادشاہ شاہ یروشلیم گلی اور "البرنس ارناب" (ریجی نالڈ) کو اپنے خیمہ میں طلب کیا، بادشاہ کو ایک طرف بٹھا دیا گیا، اس کی حالت یہ تھی کہ شدت پیاس سے جاں بلب تھا، بس مراہی چاہتا تھا، اسے تھوڑا سا ٹھنڈا عرق گلاب پیش کیا، جسے اس نے پیا، اور پھر "برنس ارناب" کو بھی پایا۔ صلاح الدین نے ترجمان سے کہا کہ اسے تھلا دو کہ "تو نے تو پانی پی لیا ہے جب کہ میں نے ابھی تک منہ سے بھی نہیں لگایا۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ مسلمان جرنیلوں کی شروع سے عادت چلی آ رہی ہے کہ جب ان کے قیدی گرفتار کرنے والوں کے سامنے کچھ کھاپنی لیتے ہیں تو انہیں دلی سکون مل جاتا ہے۔۔۔۔۔"

وقت حساب آن پہنچا | جی ہاں، حساب کی گھڑی آن پہنچی تھی، لیکن کس کا حساب؟

اس ارناط (ریجی نالڈا) کا حساب جو مسلمانوں کو اذیتیں اور تکالیف پہنچانے (ان کو بری طرح تڑپا تڑپا کر مارنے) اور ان کی بد خواہی و دشمنی میں تمام صلیبی امراء میں سے پیش پیش رہتا تھا۔۔۔ جو مسلمانوں سے فراڈ کرنے، دھوکہ دینے اور وعدے توڑنے میں بہت گھرا آدمی تھا۔۔۔

صلاح الدین اور ارناط (ریجی نالڈا) کے مابین ایک معاہدہ طے پایا تھا۔۔۔ جس کے مطابق حاجیوں اور تاجروں کے قافلے صحراء اردن سے ارناط کے قلعے ”کرک“ کے قریب سے بڑے اطمینان سے بلا خوف و خطر گزرتے رہے۔۔۔ مصر اور شام کے درمیان بھی ایک راستہ برائے آمد و رفت بن چکا تھا۔ یہ دونوں شہر اس ترقی پذیر بیدار اسلامی بلاک کے دو اہم بازو تھے جسے نور الدین نے منظم کیا تھا۔ جس کا بعد میں صلاح الدین وارث بنا تھا، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔۔۔

ایک بار ایسے ہوا کہ ایک بہت بڑا قافلہ عمدہ سے عمدہ ساز و سامان لیے مصر سے بجانب شام رواں دواں تھا۔ ان نفیس، عمدہ ترین اور بیش بہا گراں مایہ اشیاء پر نظر پڑتے ہی ارناط کی رال منکنے لگی۔ اس نے تمام وعدوں کو پس پشت ڈال کر، قول و قرار کو توڑ کر، قافلے کو لوٹا اور سب اہل قافلہ کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ اور پھر ان سے یوں کہنے لگا: **اقولوا لمنحمدکم یخلیصکم** ”کہ اپنے نبی محمد ﷺ سے کہو کہ وہ یہاں آئے اور تمہیں چھڑا کر لے جائے۔“

۵۷۷ھ بمطابق ۱۱۸۱م کو موسم گرما میں ارناط اپنی فوجوں کو لے کر نکلا، بلاد عرب میں آگے بڑھتے بڑھتے شیماء کے علاقے تک آن پہنچا ”المدینہ المنورہ“ پھر ”مکتہ المکرمتہ“ تک چڑھائی کرنے کی اس کی نیت بن چکی تھی۔۔۔ اس کے لیے وہ پر قول ہی رہا تھا کہ ”فروغ شاہ“ صلاح الدین کے بھتیجے نے، جو دمشق پر اس کی طرف سے قائم مقام تھا، اردن پر حملے کرنے میں پھرتی سے کام لیا، جس کی وجہ سے ارناط اپنے ”تحت سلطنت“ کرک کو بچانے کے لیے واپس پلٹنے پر مجبور ہو گیا۔

اس کے انہی ظلم و جور پر جنی افعال اور وعدوں کو توڑ کر کرنے والی حرکتوں کی وجہ

سے صلاح الدین نے قسم اٹھا رکھی تھی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے "ارناط" پر کامیابی عطا فرمائی تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے جہنم واصل کرے گا۔۔۔

صلیبی گستاخ رسول کا کرناک انجام | اب جب کہ حساب کا وقت آن پہنچا تھا، اللہ تعالیٰ "ارناط" کو جنگی قیدی کی صورت میں

سلطان کے پاس لا چکا تھا۔۔۔ تو سلطان صلاح الدین اسے اس کی ایک ایک حرکت اور کرتوت یاد دلانے لگا۔۔۔ اسے کہنے لگا: "تو کتنی بار قسمیں اٹھاتا رہا اور کتنی ہی بار انہیں توڑتا رہا۔۔۔ میں نے بھی تمہارے متعلق دو مرتبہ قسم کھائی تھی۔ ایک مرتبہ اس وقت جب تو نے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری مرتبہ اس وقت جب تو نے دھوکے سے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کیا تھا اور کیا تو نے یہ کہو اس نہ کی تھی کہ "اپنے نبی محمد (ﷺ) سے کہو کہ تمہیں چھڑا کر لے جائے" ہاں! اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ میں محمد (ﷺ) کے لیے بدلہ لے رہا ہوں۔

اس کے بعد اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے ٹھکرا دیا، پھر اس وقت سلطان ناصر صلاح الدین نے ایک تلوار نما خنجر کو، درمیان سے پکڑ کر اسے مارا۔ پھر اس (سلطان) کے کسی ساتھی نے اس ملعون کا کام تمام کر دیا، پھر اسے گھسیٹا گیا۔۔۔ مشہور و معروف قیدیوں کو دمشق کی طرف چلایا گیا اور ایک قلعے میں انہیں بند کر دیا گیا۔ ابن شداد کے بقول۔ مسلمانوں نے وہ رات انتہائی زیادہ مسرت و فرحت اور کمال درجے کی خوشیوں میں بسر کی۔ اللہ رب العزت سبح و قدوس کی تعریفوں اور شکرانے کے جملوں سے فضا گونج رہی تھی۔ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی صداؤں میں اتوار کی صبح طلوع ہوئی۔

صلیبیوں پر صلاح الدین کی مہربانیاں | آخر ربیع الآخر ۵۸۳ھ ہجری کے چہار شنبہ کے روز سلطان نے "عکا" کی طرف کوچ کیا۔

یہ مشہور بندر گاہ جو تاجروں اور سوداگروں سے بھری ہوئی تھی اور جس نے بقول مؤرخ مچاؤ کے "پچھلے زمانہ میں مغرب کی نہایت طاقتور فوجوں کے حملوں کا تین برس تک مقابلہ کیا تھا" دو روز بھی سلطان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی۔ سلطان نے اہل شہر کو امان اور

آزادی دی کہ اپنے سب سے قیمتی اسباب جو لے جائیں لے کر وہاں سے چلے جائیں۔ جمعہ کے روز سلطان شہر میں داخل ہوا اور قاضی فاضل بھی اس موقع پر مصر سے آگئے اور سب سے پہلے نماز جمعہ ساحل کے علاقہ ”عکا“ میں پڑھی گئی۔ اس کے بعد نابلس، حیفا، قیصاریہ، صفوریہ، ناصرہ یکے بعد دیگرے بست جلد بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لیے گئے اور اسی سلسلہ فتوحات میں تمام ساحل کو چند ہی ماہ میں سلطانی افواج نے مسخر کر لیا۔ ایک مؤرخ نے ان میں سے بعض مشہور مقامات کے نام یہ ترتیب ذیل یکجا لکھ دیئے ہیں:

طبریہ، عکا، زیب، معلبا، اسکندرونہ، حسین، ناصرہ، عور، صفوریہ، فولہ، جنین، ارعین، دیوریہ، عصریلا، بیان، مبسطیہ، نابلس، لجون، ارعحا، سنبل، بیہ، یاقا، ارسوف، قیصاریہ، حیفا، صرفد، صیدا، بیروت قلعہ، ابی الحسن، جمیل، نجدل یابا، مجدل حباب، داروم، عزہ، عسقلان، تل صافیہ، تل احمر، اطرون، بیت جریل، جبل الخلیل، بیت اللہم، لاب، ریلہ، قرینا، القدس، صوبا، ہرمز صلح، عسرا، شقیف۔

ان مقامات میں سے اکثر تو سلطان نے امن اور مصالحت کے ساتھ لے لیے۔ ان کے باشندوں کو اپنا مال و اسباب لے کر امن سے چلے جانے کی اجازت دی۔ مصالح ملکی کے لحاظ سے سلطان اپنی نرمی اور ملاحظت کے سلوک میں غلطی کر رہا تھا کہ وہ متفرق باشندوں اور ان کی پریشان طاقتوں کو یکجا جمع ہو جانے اور اس جمعیت سے ایک مضبوط طاقت پیدا کر لینے کا موقع دے رہا تھا۔ اس خطرناک غلطی کا اس کو آخر خمیازہ اٹھانا پڑا مگر کوئی اس قسم کا خیال اس کو اس وقت احسان اور مروت کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔ وہ تمام عیسائیوں کو امن و امان دینے اور صلح کے ساتھ اطاعت کرانے کے لیے تیار رہا۔ بعض مقامات کے لوگ اس سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے مگر ان کو بھی امان دینے کے لیے جب وہ امان مانگیں وہ ہر وقت آمادہ و تیار تھا۔ مثلاً عسقلان کے لوگوں نے جو ایک نہایت مضبوط اور ساتھ ہی نہایت مفید مقام تھا، کیونکہ مصر کے ساتھ براہ راست آمد و رفت کے تعلقات قائم کرنے کا ایک محفوظ اور کار آمد ذریعہ تھا، مقابلہ کیا اور جب سلطانی فوج نے

قلعہ کو توڑ کر شکاف کر ڈالا اور سلطان نے باشندوں کو اس وقت بھی امن قبول کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کیا اور مقابلہ کے ارادہ کو نہ چھوڑا۔ لیکن گوئی بادشاہ یروشلیم نے جو سلطان کی قید میں سلطان کے ہمراہ تھا، اہل عسقلان کو سمجھایا کہ تم اپنے بچاؤ کی بے فائدہ کوشش میں اپنے اہل و عیال کی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ اس پر انہوں نے سلطان کے پاس آکر صلح اور امن کی درخواست کی اور سلطان نے بقول مچاؤ: ”ان کی شجاعت کی داد دینے میں جو شرائط انہوں نے پیش کیں منظور کر لیں اور اپنے بادشاہ کی نسبت ان کی محبت کے خیالات سے متاثر ہو کر بادشاہ کو ایک سال کے اختتام پر آزاد کر دینے کے لیے رضامند ہو گیا۔“

دس ہزار مسلمان قیدیوں کی صلیبیوں کے ظلم سے رہائی

سلطان کو ان تمام مفتوحہ مقامات سے کثیر

الاعداد مسلمان قیدیوں کے آزاد کرنے کا موقع ملا۔ ایک شہر کے فتح کرنے کے بعد جو کام سب سے پہلے سلطان کرتا تھا وہ قیدیوں کی زنجیریں توڑنا اور ان کو آزاد کرنا اور کچھ مال و متاع دے کر رخصت کر دینا ہوتا تھا۔ اس سال میں سلطان نے دس (۱۰) ہزار سے زیادہ مسلمان قیدی آزاد کیے جو مختلف مقامات میں عیسائیوں کی قید میں تھے۔

ساحل کے تمام ملک کے فتح ہو جانے پر صرف صور اور بیت المقدس عیسائیوں کے ہاتھ میں اور قابل فتح رہ گئے تھے اور یہ سب کچھ بیت المقدس کے واسطے تھا جو کیا گیا تھا۔ یہ نور الدین مرحوم کی عمر بھر کی آرزو تھی جس کے پورا نہ ہونے پر سلطان نے اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور تمنا قرار دیا تھا اور اسی ایک بڑے مدعا کو پیش نظر رکھ کر اپنے تمام کاموں کی علت ٹھہرایا تھا۔ اسی غرض سے اس نے مسلمان حکومتوں کو منتشر طائفوں اور پریشان اجزاء کو جمع کر کے ایک متحدہ طاقت بنانے کے لیے ایک عرصہ دراز تک لگاتار اور سرتوڑ کوششیں کی تھیں اور یہی دن تھے جن کا انتظار اس نے ایسے صبر اور تحمل کے ساتھ کیا تھا اور جن کے وہ اب اس قدر قریب پہنچ گیا تھا۔

جمادی جذبوں میں آگ لگا دینے والا شعلہ بیان خطاب

فتح عسقلان کے بعد

سلطان نے تمام مسلمان لشکروں کو جو اطراف و جوانب میں منتشر ہوئے تھے، بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کے لیے جمع کیا اور علماء اور فضلاء اور ہر فن اور علم کے اہل کمال کو جو اس عرصہ میں سلطان کی کامیابی کی خبریں سن کر مختلف ممالک و دیار سے اس کے پاس جمع ہو گئے تھے، ساتھ لیا اور اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہوئے اس مقدس گھر کی طرف راہی ہوئے۔ بیت المقدس کے قریب پہنچنے پر جب عیسائیوں کی فوج کے ایک دستہ سے مسلمان لشکر کی ایک بڑھی ہوئی جماعت سے ٹڈ بھیز ہو گئی تو سلطان نے تمام ارکان دولت، اہل شجاعت، شاہزادگان والا مرتبت، برادران عالی ہمت اور تمام امراء اور مصاحبین اور اہل لشکر کا ایک دربار مرتب کیا اور ان سب سے صلاح و مشورہ لیا اور خاتمہ پر ان سب کو خطاب کر کے ایک پر اثر تقریر کی اور کہا کہ:

”اگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم نے دشمنوں کو بیت المقدس سے نکال دیا تو ہم کیسے سعادت مند ہوں گے اور جب وہ ہمیں توفیق بخشے گا تو ہم کتنی بڑی بھاری نعمت کے مالک ہو جائیں گے۔ بیت المقدس ۹۱ برس سے کفار کے قبضہ میں ہے اور اس تمام عرصہ میں اس مقدس مقام پر کفر اور شرک ہوتا رہا ہے اور ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی اللہ واحد کی عبادت نہیں ہوئی۔ اتنی مدت تک مسلمان بادشاہوں کی ہمتیں اس کی فتح سے قاصر رہی ہیں، اور اتنا زمانہ اس پر فرگیوں کے قبضہ کا گذر گیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے اس فتح کی فضیلت آل ایوب کے واسطے رکھی تھی کہ مسلمانوں کو ان کے ساتھ جمع کرے اور ان کے دلوں کو ہماری فتح سے رضا مند کرے۔ بیت المقدس کی فتح کے لیے ہمیں دل اور جان سے کوشش کرنی چاہیے اور بے حد سعی اور سرگرمی دکھانی چاہیے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ جس کی بنا تقویٰ پر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا مقام اور پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا معبد اور آسمان کے فرشتوں کی زیارت گاہ ہے۔ غضب کی بات ہے کہ وہاں کفار کا قبضہ ہے۔ کافروں نے اس کو اپنا تیرتھ بنا رکھا ہے۔ افسوس، افسوس! اللہ کے پیارے بندے جو ق در

جوق اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ اس میں وہ برزگ پتھر ہے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کے معراج پر جانے کا منہاج بطور یادگار بنا ہوا ہے۔ جس پر ایک بلند قبہ تاج کی مانند تیار کیا ہوا ہے، جہاں سے بجلی کی تیزی کے ساتھ براق برق رفتار پر سید المرسلین ﷺ سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اس رات نے سراج الاولیاء ﷺ سے وہ روشنی حاصل کی جس سے تمام جہان منور ہو گیا۔ اس میں سیدنا سلیمان علی نبینا ﷺ کا تخت اور سیدنا داؤد علیہ السلام کی محراب ہے۔ اس میں چشمہ سلوان ہے جس کے دیکھنے والے کو حوض کوثر یاد آ جاتا ہے۔ یہ بیت المقدس مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔ اور دو مبارک گھروں میں سے دوسرا اور دو حرمین شریفین سے تیسرا ہے۔ وہ ان تین مسجدوں میں سے ایک مسجد ہے، جس کے بارے میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”ان کی طرف سفر کیا جائے اور لوگ اراد تمندی سے وہاں جائیں۔“ کچھ عجیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ پاک مقام مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دے کہ اس کا ذکر اس نے کلام پاک میں اشرف الانبیاء کے ساتھ مفصل بیان فرمایا ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾ اس کے فضائل اور مناقب بی شمار ہیں۔ اسی سے رسول خاتم الانبیاء ﷺ کو معراج ہوئی۔ اس کی زمین پاک اور مقدس کہلائی۔ کس قدر پیغمبروں نے یہاں عمریں گزاریں۔ اولیاء اور شہداء اور علماء اور فضلاء اور صلحاء کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ یہ برکتوں کی سرچشمہ اور خوشیوں کی پرورش گاہ ہے۔ یہ وہ مبارک صخرہ شریفہ اور قدیم قبلہ ہے جس میں خاتم الانبیاء ﷺ تشریف لائے اور آسمانی برکتوں کا نزول متواتر اس مقام پر ہوا۔ اس کے پاس رسول مقبول ﷺ نے تمام پیغمبروں کی امامت کی جناب روح الامین ہمراہ تھے، جب نبی ﷺ نے یہیں سے اعلیٰ علیہ السلام کو صعود فرمایا۔ اسی میں سیدہ مریم علیہا السلام کی وہ محراب ہے جس کے باطن میں پروردگار عالمین فرماتا ہے: كَلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

المَحْرُوبَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ اللہ کے نیک بندے اس میں تمام دن عبادت کرتے اور راتوں کو بیدار رہتے ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی بناء سیدنا داؤد علیہ السلام نے ڈالی اور سیدنا سلیمان علیہ السلام اس کی حفاظت کی وصیت کر گئے۔ اس سے بڑھ کر اس کی بزرگی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ پروردگار عالمین نے اس کی تعریف کو ﴿سُبْحَانَ الَّذِي﴾ سے شروع کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کمال سعی سے اس کو فتح کیا تھا کیونکہ اس کی تعریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک بزرگ سورہ کو شروع کیا اور قرآن کا نصف بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس یہ یہ مقام کیا ہے بزرگ اور عالی شان ہے اور یہ مسجد کیسی عالی قدر اور اکرم ہے جس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے علو شان کو اس طرح بیان فرماتا ہے: ﴿الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ یعنی یہ وہ مقام ہے جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت بخشی اور اپنی کمال قدرت کی آیات اپنے نبی ﷺ کو اس مقام پر دکھائیں۔ اسی مقام کے فضائل ہم نے نبی ﷺ سے سنے ہیں جو بذریعہ روایت ہم تک پہنچے ہیں۔“

غرض سلطان نے ایک ایسی مؤثر اور دلکش تقریر کی کہ سامعین خوش ہو گئے اور خاتمہ تقریر پر سلطان نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ جب تک بیت المقدس پر اسلام کے جھنڈے نصب نہ کروں اور رسول مقبول ﷺ کے قدم کی پیروی نہ کروں اور صحرہ مبارک پر قابض نہ ہو جاؤں اپنی کوشش کے پاؤں کو نہ ہٹاؤں گا اور اس قسم کے پورا کرنے تک لڑوں گا۔“

مسلمان اور عیسائی مؤرخ اس امر میں متفق ہیں کہ یروشلم میں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ تنفس موجود تھے جن میں بقول ایک مسلمان مؤرخ ”۶۰ ہزار عیسائی جنگ کرنے کے لائق تھے“ شکست حطین کے بعد کوئی عیسائی امیر یا سردار سوائے بطریق یروشلم کے وہاں نہ رہا تھا۔ بالیان ایک عیسائی سردار بھی حطین کی شکست سے بھاگ کر صور میں جا کر پناہ گزیں ہوا تھا۔ وہاں سے (بتول مؤرخ آرچر) اس نے سلطان سے

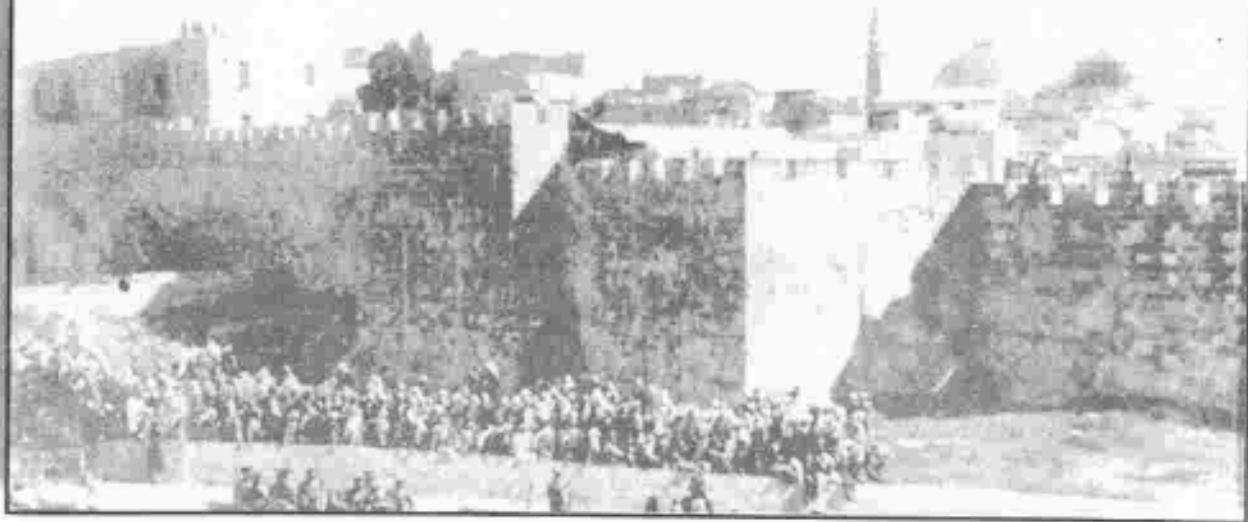


اجازت مانگی کہ اس کو اپنی بیوی اور بچے یروشلیم میں پہنچا دینے کے لیے وہاں ایک دن کے لیے جانے دیا جائے اور پختہ اقرار کیا کہ اگر اجازت دے دی گئی تو ایک شب سے زیادہ وہاں نہ ٹھہرے گا۔" سلطان نے ازراہ اخلاق و مروت اس کو اجازت مطلوبہ دے دی، لیکن جب یروشلیم میں پہنچ گیا تو لوگوں نے اسے وہیں رہ جانے کی ترغیب دی اور بطریق ہرنگل اس نے بھی فتویٰ دے دیا کہ اس اقرار کا پورا کرنا بمقابلہ اس کو توڑنے کے بڑا گناہ ہو گا۔ چنانچہ وہ بد عمدی کر کے وہاں رہنے کو رضامند ہو گیا اور اس طرح ایک عیسائی سردار یروشلیم میں موجود ہو گیا۔ بطریق اور دوسرے سرگرم عیسائیوں نے موجود عیسائیوں کے درمیان جوش اور سرگرمی پیدا کرنے کی ہر ایک تدبیر کی۔ ان کے درمیان نہایت پر جوش تقریریں کیں۔ ان کی ہمت اور دلیری کو بڑھایا اور شہر کی حفاظت کرنے پر آمادہ کیا۔

## فتح بیت المقدس

طین میں کامیاب و کامران ہونے کے بعد ”القدس“ کی جانب راستہ بالکل واضح ہو چکا تھا اب یہ بات ممکن تھی کہ صلاح الدین اس کا قصد کرتا اور قدرے کوشش کر کے اس کو اپنے قبضے میں لے لیتا۔ لیکن ان نے عسکری نقطہ نگاہ سے اس کو دیکھا اور یہی بات اس کی اعلیٰ شخصیت اور شانِ عبقریت کو نمایاں کر رہی ہے۔ اس نے یہ سوچا کہ ”القدس“ تو کئی شہروں کے درمیان واقع ہے اور ساحل سمندر پر صلیبیوں کے کئی مراکز قائم ہو چکے ہیں، جہاں سے وہ بیرونی دنیا کے ساتھ تعلقات بڑی آسانی سے قائم کر سکتے ہیں۔ خصوصاً عیسائیوں کے وہ ممالک جو ارضِ فلسطین میں ”صلیبی ناپاک وجود“ کو لاکھڑا کرنے میں چشموں کی حیثیت رکھتے تھے، اسی لیے اس نے پہلے ساحلی صلیبی مراکز سے خلاصی پانے اور دوسرے اندرونی صلیبی قلعوں اور پناہ گاہوں پر قبضہ کرنے کا پختہ پروگرام بنایا۔ اس کے بعد وہ ”القدس“ کی طرف پیش قدمی کر کے اسے فتح کر لے گا۔ جب کہ اس ”صلیبی ناپاک وجود“ کی زندگی کی شریانوں کو وہ پہلے ہی کاٹ چکا ہو گا، اس کے علاوہ ”عکا“ اور دوسرے ساحلی صلیبی قلعوں پر قبضہ کرنا بھی مصر اور شام کے مابین راستہ بھی بنا دے گا، جو اس کے ملک کے دونوں بازو شمار ہوتے تھے۔

اس نے اپنے پروگرام کی تکمیل کے لیے عسکری اعتبار سے ہر طرح کی تیاری کی، مجاہدین کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنے ذہنی کھینچے ہوئے خطوط کو زمین پر کھینچنے کے لیے چل پڑا، طین کی کامیابی کے بعد صرف چند ماہ ہی گزرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مندرجہ ذیل شہروں اور قلعوں پر فتح نصیب فرمادی۔



تصویر میں نظر آنے والی یروٹلم کی بلند و بالا دیوار کہ جس کے پیچھے مورچہ زن ہو کر صلیبیوں نے ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہو کر سلطان صلاح الدین ایوبی کا راستہ روکا کہ کسی طرح وہ بیت المقدس کو اپنے گمروہ بچوں میں دوپے رکھیں۔ لیکن سلطان اور ان کے فدائیانِ کتاب و سنت نے ایسے فدائیانہ حملے کیے کہ جاہیں ٹار کرتے ہوئے وہ اس فصیل کو پار کر کے صلیبیوں کے درمیان پہنچ گئے اور پھر شجاعت و شہادت کی داستانیں رقم کرنے کے بعد شہر کا دروازہ کھول دیا۔ یوں باقی غازیانِ صفِ شہنِ کعبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے اور شمشیریں چلاتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے۔ (تفصیل کتاب میں پڑھ سکتے ہیں)

عکا، قیساریہ، حیفا، صفوریہ، معلیا، شقیص، القولہ، الطور، بسطیہ، ہاپلس، مجدلیانہ، یافا، تبنین، صیدا، جلیل، بیروت، حرفند، عسقلان، الرملہ، الداروم (دیرالبلح) غزہ، سلبنی، بیت لحم، بیت جبریل اور ان کے علاوہ ہر وہ چیز جو ان صلیبی بری فورسز کے پاس تھی۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ سب عظیم کامیابیاں اور بڑی بڑی فتوحات معرکہ حطین کے بعد ۵۸۳ھ میں صرف چند مہینوں کے دوران ہی پوری ہو گئی تھیں۔ اس طرح "بیت المقدس" کو فتح کرنے کے لیے فضاء مکمل طور پر سازگار تھی، کام کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے سلطان نے مصر سے اسلامی بحری بیڑے بھی منگوا لیے، جو حسام الدین لؤلؤ الخلابی (چنگدار آبرو والا) کی زیر قیادت پہنچے۔ جو اپنی جرأت و بسالت اور عظیم خطرناک کاموں میں بلا خوف و خطر کود جانے میں مشہور زمانہ تھا، اور صائب المشورہ بھی تھا۔ اس نے "بحر متوسط" میں چکر لگانے شروع کر دیئے، خصوصاً اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں (یورپ کے) افرنگی ساحل فلسطین تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہونے پائیں۔

۵۸۳ھ / ۱۵ رجب المرجب کو بروز اتوار "القدس" کے قریب آن اترا، اب اس نے بیت المقدس میں محصور عیسائیوں سے کہا کہ "بغیر خونریزی اور کشت و خون کہ جس کو وہ ایسے مقدس مقام میں پسند نہیں کرتا تھا، اطاعت قبول کر لیں۔" لیکن جب انہوں نے اس کے جواب میں تکبرانہ انکار پیش کیا تو پھر سلطان حملہ کر کے اور لقب لگا کر اس کو فتح کرنے کی تدابیر کرنے لگا۔ اس مقصد کے لیے پانچ دن صرف اسی کام میں گذر گئے۔ وہ بذات خود شہر کی دیواروں کے ارد گرد چکر لگاتا رہا تاکہ اس کا کوئی کمزور پہلو تلاش کر کے وہاں سے حملہ آور ہو سکے۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ شمالی جہت سے حملہ کر ہی دے۔ چنانچہ ۲۰ رجب کو اس نے اپنے لشکر کو اس جانب منتقل کر دیا، اسی رات منجیقین نصب کروانی شروع کر دیں، صبح ہونے سے قبل منجیقین لگ چکی تھیں بلکہ اپنا کام کرنے کے لیے بھی مکمل طور پر تیار تھیں، لو! اب انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

دوسری طرف فرنگیوں نے فصیل کے اوپر اپنی مجانیق کو نصب کر لیا، دونوں طرف

سے پتھراؤ شروع ہو گیا تھا۔ فریقین کے مابین سخت ترین لڑائی ہو رہی تھی۔ امام ابن الاثیر کے بقول۔ ایک دیکھنے والے نے دیکھا کہ ہر ایک فریق اس لڑائی کو ”دین“ سمجھ کر لڑ رہا ہے، اور بات ہے بھی ایسے ہی، کہ دین ہی وہ چیز ہے جو انسان کے اندر کو متحرک کرتی ہے، موت کو اس کا محبوب بنا دیتی ہے، اپنا سب کچھ اس پر لٹا دینا اس کے لیے آسان ترین بنا دیتی ہے، لوگوں کو اس بات کی ذرہ برابر بھی ضرورت نہ تھی کہ انہیں لڑنے، مرنے، موت کے دریا میں کودنے پر ابھارا جائے، بلکہ شاید انہیں زبردستی روکا بھی جائے تو روکے نہ جاسکیں.....

یکبارگی زور دار حملہ | پھر انہی جہادی و قتالی ایام میں سے، ایک دن امیر عبدالدین عیسیٰ بن مالک جو مسلمان قائدین اور منتقین میں سے ایک تھا، شہید ہو گیا، تو اس کے جام شہادت نوش کرتے ہی مسلمانوں کے جوش اور والوں میں نیا رنگ پیدا ہو گیا، تو انہوں نے ایک بارگی ایسا حملہ کیا کہ فرنگیوں کے قدم اکھڑ گئے، کچھ مسلمان خندق عبور کر کے فصیل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دیوار توڑنے والے نقابوں نے شہر پناہ کو توڑنا شروع کر دیا، اس دوران، دشمن کو دور رکھنے کے لیے مجاہد بلا توقف پتھراؤ کر رہی تھیں اور تیر انداز مسلسل تیروں کی موسلا دھار بارش برسا رہے تھے، تاکہ یہ نقاب (دیوار توڑنے والے) اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں..... (یعنی یہ ان کے لیے کور فائر تھا)

جان بخشی کی درخواستیں | تو جب ان فرنگیوں کے دفاع کرنے والوں نے، مسلمانوں کے حملے کی شدت، ان کے ارادوں کی صداقت، اور ”القدس“ رسول معظم ﷺ کی شب معراج کی عارضی قیام گاہ کو چھڑوانے کی خاطر، موت کو سینے لگانے کے جذبات کو دیکھا، تو انہیں اپنی ہلاکت و بربادی کا یقین ہو گیا اور سوائے امان طلب کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا تو..... وہ مذاکرات کرنے کے لیے مائل ہوئے۔ دنیا میں کافر قوموں سے مذاکرات کا طریقہ بھی یہی ہے کہ جہاد جاری رکھا جائے اور اللہ کے دشمنوں کا گھیزو تنگ کیا جائے کہ وہ مذاکرات کی اپیل کریں یہ نہ ہو کہ

مسلمان کمزوری دکھاتے ہوئے خود مذاکرات کی دعوت دیں، اور وہ بھی مغلوبانہ جمہوری انداز میں کہ جس طرح آج کل ہو رہا ہے، پہلے مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا ہے، ان کو ذلیل کیا جاتا ہے اور پھر مذاکرات کی سازش کر کے ان کو نام نہاد معاہدوں کے جال میں پھانس کر بے بس کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح مغلوب عیسائیوں کے معززین جمع ہو کر سلطان کے پاس امان طلب کرنے کی غرض سے آئے اور صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شرط پر امان کے طلب گار ہوئے کہ ”بیت المقدس“ اس کے حوالے کیے دیتے ہیں..... تو آخر کار سلطان نے ان کی طلب کو مان لیا..... اور ”بیت المقدس“ لے کر انہیں ”امان نامہ“ دینے پر راضی ہو گیا۔

معاہدوں، جان بخشیاں اور جزیہ کی تھیلیاں

سلطان نے اس شرط پر امان دے دی کہ عیسائی باشندوں میں سے تمام مرد

فی کس دس دینار اور عورتیں فی کس ۵ دینار اور بچے فی کس ۲ دینار جزیہ دے سکیں، اپنا ضروری اسباب اور جانیں لے کر چلے جائیں اور جو اس فدیہ یعنی زر معافی کو ادا نہ کر سکیں وہ بطور غلاموں کے مسلمانوں کے قبضہ میں رہیں گے۔ عیسائی اس شرط پر رضامند ہو گئے۔ اور ہالیان بن ہارزان اور بطریق اعظم اور دادیہ (ٹمپلس) اور استباریہ (ہاپٹلس) کے رئیس اس رقم کے ادا کرنے کے ضامن ہوئے۔ ہالیان نے ۳۰ ہزار دینار مفلس لوگوں کے واسطے ادا کیے اور اس جزیہ کے ادا کرنے والے تمام لوگ امن کے ساتھ شہر سے نکل گئے۔ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی بغیر جزیہ ادا کرنے کے ہر ایک ممکن ذریعہ سے یعنی دیواروں سے لٹک کر اور دوسرے طریقوں سے نکل گئی اور باقیوں کی نسبت بھی جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے سلطان نے ایسی فیاضی روا رکھی جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملے گی۔ ملک عادل کی درخواست پر اور اپنے بیٹوں اور عزیزوں کی درخواستوں پر بے شمار لوگ جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے، آزاد کر دیئے۔ پھر ہالیان اور بطریق کی درخواست پر بھی ایک بڑی جماعت کو آزادی دی اور سب کے بعد ایک بڑی جماعت اپنے نام پر چھوڑ دی۔ عیسائی ملکہ کو معہ اپنی تمام دولت اور بے شمار مال و اسباب اور زر و جواہر کے اپنے



یروشلم کے وہ دو قدیم بازار کہ جہاں سلطان کے گھوڑے دوڑ دوڑ کر صلیبیوں کا شکار کرتے رہے جبکہ صلیبی آگے لگ کر بھاگتے رہے۔ یہ بازار ایک دفعہ پھر اپنے وقار کی بحالی کے لیے اور ایسے ہی روح پرور جہادی مناظر دوبارہ دیکھنے کے لیے ایک مدت سے ترس رہے ہیں۔ غمگین ایسے مناظر یہ بازار تاریخ کی کتاب میں دوبارہ رقم ہوتے دیکھیں گے۔ ﷻ

ملازموں اور متعلقین سمیت اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دی، اور کسی شخص سے خواہ وہ کتنی ہی دولت اور مال لے کر نکلا سوائے اس جزیہ کی معین رقم کے کچھ زائد طلب یا وصول کرنے کی کسی ایک مسلمان نے پرواہ نہیں کی۔

جب عیسائیوں کے گھوڑے مسلمانوں کے خون میں گھسٹوں تک چلتے رہے سلطان کا یہ سلوک جو اس نے عیسائیوں کے ساتھ کیا اسلامی فیاضی اور تحمل اور احسان اور سلوک کی ایک ایسی مثال ہے جس پر خونخوار اور درندہ خصلت عیسائی دنیا کو اسلام اور مسلمانوں پر خونریزی کے الزام لگانے اور اسلام کو خون ریزی کا مترادف قرار دینے کے بجائے اس کے روبرو شرمندہ ہونا چاہیے۔ یہی شام کی سرزمین اور وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ کے واقعات جو دونوں قوموں کے دنیا نے دیکھے، اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ عیسائیوں نے فتح بیت المقدس کے وقت جس خون ریزی کو روا رکھا اور جو ظلم اور ستم بے گناہ مسلمانوں پر کیا اور جو بے انتہا اور بے حساب خون مرد، عورتوں اور بچوں کا گرایا، وہ تاریخ کے صفحات سے پونچھ نہیں ڈالا گیا۔ گاڈ فری اور ریمینڈ وغیرہ فاتحین بیت المقدس نے جو خط اس وقت پوپ کو فتح بیت المقدس کی نسبت لکھا تھا اس میں فتح کی خبر لکھنے کے بعد لکھا کہ:

”اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ ہم نے ان دشمنوں کے ساتھ جن کو ہم نے شہر میں پایا، کیا کیا؟ تو تم کو بتایا جاتا ہے کہ رواق صلیبوں اور گرجا میں ہمارے گھوڑے تک مسلمانوں کے ناپاک خون میں چلتے رہے۔“ (تاریخ مجاز: جلد سوم)

ضمیمہ ص ۳۶۲

صلیبوں کو بیت المقدس سے نکالنے کے جمادی مناظر | امان نامہ پر دستخط ہو جانے کے بعد تمام جنگ

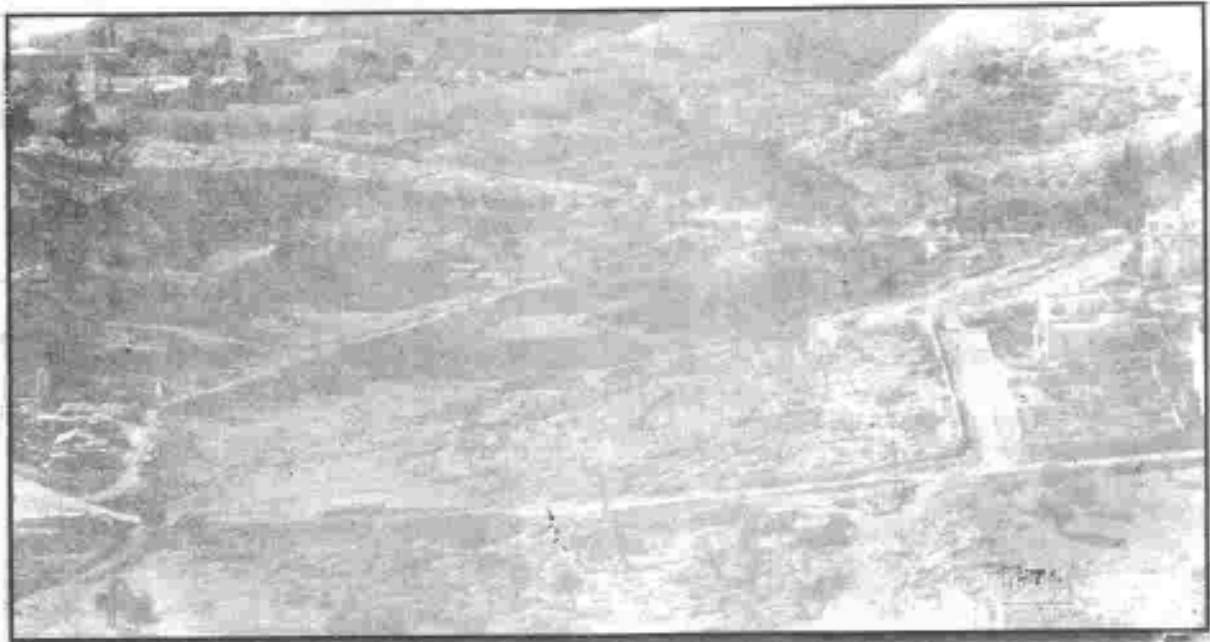
کرنے والے لوگوں کو جو یروشلم میں تھے صوریا طرابلس چلے جانے کی اجازت مل گئی۔ فاتح نے باشندوں کو ان کی جانیں بخشیں اور ان کو چند دیناروں پر مشتمل حقیر سی رقم کے بدلے اپنی آزادی خریدنے کی اجازت دے دی۔ تمام عیسائیوں کو باشتنائے یونانیوں اور



شامی عیسائیوں کے چار دن تک یروشلم سے چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ (شامی اور یونانی عیسائیوں کے ساتھ قطعاً رعایت کی گئی اور ان کو ہر ایک آزادی دی گئی۔ یہ سلطان کا ایک اور احسان تھا۔) زر مخلصی (جزیہ) کی شرح دس دینار ہر ایک مرد کے واسطے، پانچ عورت اور دو دینار بچے کے لیے مقرر کیے گئے اور جو اپنی آزادی خرید نہ سکے غلام رہنے کے پابند تھے۔ ان شرائط پر عیسائیوں نے پہلے بہت خوشی منائی لیکن جب وہ طے شدہ دن قریب آ پہنچا جس پر انہوں نے یروشلم سے رخصت ہونا تھا، بیت المقدس کو چھوڑنے کے سخت رنج اور غم کے سوائے ان کو کچھ نہیں سوچتا تھا۔ انہوں نے مسیح کی قبر کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا اور متاسف تھے کہ وہ کیوں اس کی حفاظت کرنے میں نہ مر گئے۔ انہوں نے کالوری اور گرجاؤں کو جن کو وہ پھر کبھی نہیں دیکھنے والے تھے، روتے اور چلاتے ہوئے جا کر دیکھا۔ بازوؤں میں ایک دوسرے کو گلے لگایا اور اپنے مسلک اختلافات پر آنسو بہائے اور غم کیا۔

آخر کار وہ ملک دن آ گیا جب عیسائیوں کو یروشلم چھوڑنا تھا۔ داؤد کے دروازے کے سوائے جس میں سے لوگوں کو باہر گذرنا تھا سب دروازے بند کر دیئے گئے۔ صلاح الدین ایک تخت پر بیٹھا ہوا عیسائیوں کو باہر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سب سے پہلے بطریق بہ معیت جماعت پادریان آیا، جنہوں نے مقدس ظروف (یا تصویریں وغیرہ) مسیح کی مقدس قبر کے گرجا کے زیورات یا اسباب زیبائش اور وہ خزانے اٹھائے ہوئے تھے جن کی نسبت ایک عرب مؤرخ لکھتا ہے کہ ان کی قیمت و مالیت اتنی زیادہ تھی ”اللہ تعالیٰ ہی ان کی قیمت کو جانتا تھا“۔ ان کے بعد یروشلم کی ملکہ نوابوں (بیرنس) اور سواروں (نائینس) کے ہمراہ آئی۔ ملکہ کے ہمراہ ایک بہت بڑی تعداد عورتوں کی تھی جو گودیوں میں اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے تھیں اور بہت دردناک چیخیں مار رہی تھیں۔ ان میں سے بہت سی صلاح الدین کے تخت کے قریب گئیں اور اس سے یوں التجا کی:

”اے سلطان تم اپنے پاؤں میں ان جنگ آوروں کی عمر تیں لڑکیں اور بچے دیکھتے ہو جن کو تم نے قید میں روک لیا ہے..... ہم ہمیشہ کے لیے اپنے ملک کو



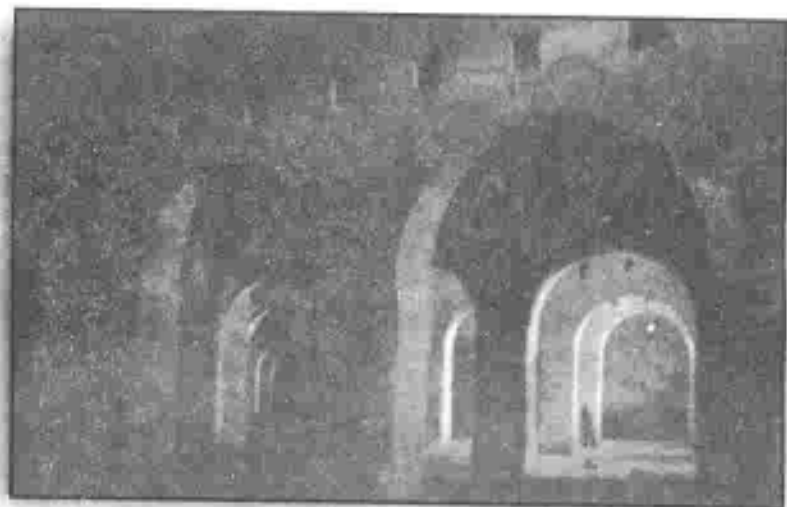
قدیم شہر یہ ظلم کی قدیم شاہراہیں اور قدیم شہر کی مشرق فیصل 'مسجد اقصیٰ اور الصحرا صاف نظر آ رہا ہے۔ ان شاہراہوں اور دشوار گزار اور پر چٹ راستوں پر اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے مجاہدین بیت المقدس کی حفاظت اور صلیبیوں سے آزادی کے لیے محو سڑ رہتے تھے۔ آج یہ شاہراہ زبانِ حبل سے مسلمانوں کو پیغام دے رہی ہے کہ اب تو تم عدوی اعتبار سے زیادہ ہو، اسلحہ سے لے کر ذرائعِ نقل و حمل تک کی جدید ترین سولتیس میسر ہیں، اب میرے جیسے خطرناک راستے نہیں رہے کہ تم اپنی نازک مزاحمتی کا بہانہ بناؤ، اب تو فضائیں (ہوائی جہازوں اور فضائی ٹیکنالوجی کی بنا پر) آسمان سے ہاتھ میں ہیں پھر بھی بیت المقدس پر یودی قابض ہیں..... کیا ہو گیا ہے جس میں اسے مسلمانوں..... کچھ تو غیرت مسلم کا ثبوت دو۔

جس کو انہوں نے بہادری سے بچایا ہے ..... چھوڑتی ہیں ..... وہ ہماری زندگیوں کا سہارا تھے ..... ان کو کھو دینے میں ہم اپنی آخری امیدیں کھو چکی ہیں (یعنی اگر ہمارے مرد آپ کی قید میں چلے گئے اور ہم سے پھڑ گئے تو ہماری زندگی کی آخری امید اور سہارا بھی ختم ہو جائے گا) ..... اگر تم ان کو ہمیں دے دو (یعنی آزاد کر دو) تو ..... ہماری جلاوطنی کی مصیبتیں کم ہو جائیں گی ..... اور ہم زمین پر بے یار و مددگار نہ ہوں گے۔“

سلطان ان کی درخواست سے متاثر ہوا اور اس قدر دل شکستہ خاندانوں کی مصیبتوں کو دور کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس نے بچے ان کی ماؤں کے پاس پہنچا دیئے اور خاوند آزاد کر کے ان کی بیویوں کے پاس بھیج دیئے جو کہ ان قیدیوں میں گرفتار تھے جن کی زر مخلصی (فدیہ یا جزیہ) ادا نہیں کی گئی تھی۔ بہت سے عیسائیوں نے اپنے نہایت قیمتی مال و اسباب چھوڑ دیئے تھے اور بعض کے کندھوں پر ضعیف العمر والدین تھے اور دوسروں نے کمزور یا بیمار دوستوں کو اٹھالیا تھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر صلاح الدین کا دل بھر آیا لہذا اس نے اپنے دشمنوں کے اوصاف کی تعریف کر کے ان کو قیمتی تحائف اور انعامات دیئے۔ اس نے تمام مصیبت زدوں پر رحم کیا اور ہاسپٹلس (فرقہ استہاریہ کے لوگوں) کو اجازت دی کہ شہر میں رہ کر عیسائی حاجیوں کی خبر گیری اور خدمت کریں اور ایسے لوگوں کی مدد کریں جو سخت بیماری کے باعث یروشلم سے جا نہیں سکتے ہیں۔

قیدیوں کی رہائی اور رحمدلانہ سلوک | جب مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ شروع کیا اس وقت بیت المقدس میں ایک لاکھ سے زیادہ

عیسائی تھے۔ ان کے بہت بڑے حصے میں خود ہی اپنی آزادی خریدنے کی قابلیت موجود تھی اور بلیٹو جس کے پاس شہر کی حفاظت کے واسطے خزانہ موجود تھا اس نے باشندوں کے ایک حصہ کی آزادی حاصل کرنے میں صرف کیا۔ ملک عادل سلطان کے بھائی نے ۲ ہزار قیدیوں کا فدیہ (زر مخلصی یا جزیہ خود اپنے پاس سے) ادا کیا۔ صلاح الدین نے اس کی مثال کی پیروی کی اور غریبوں اور قییموں کی ایک بہت بڑی تعداد کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔



یہ مسجد اقصیٰ کا وہ تہ خانہ ہے جو کبھی سلطان کے محلہدوں کی آبادی کا تھی کہ انہوں نے ظالم صلیبیوں کو مار مار کر یہاں سے نکال دیا تھا اور پھر اس کی رونق اور شان و شوکت کو نہ صرف یہ کہ بحال کیا تھا بلکہ دوبالا کر دیا تھا۔ افسوس کہ ناخلف حکمرانوں نے بے حس مسلمانوں اور یہودیوں صلیبیوں کی سازشوں کے نتیجے میں مسجد اقصیٰ یہودیوں کے قبضے میں چلی گئی تو آج وہ اس تہ خانہ میں توڑ پھوڑ کر کے بیت المقدس کو منہدم کرنے کی ناپاک سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔ یہاں بہت ساری تاریخی دستاویزات و ثلث و نایاب اور بیش بہا تاریخی نوادرات تھے جنہیں یہودیوں نے چرا کر غائب کر دیا اور باقی کو چور بازاروں میں بیچ دیا کہ اسلام کے تاریخی شواہد کو ختم کر سکیں لیکن یہودی و صلیبی یاد رکھیں کہ

سچائی مٹ نہیں سکتی کبھی بناوٹ کے اصولوں سے

وہاں قید میں صرف چودہ ہزار کے قریب صلیب کے پجاری رہ گئے جس میں ۵ یا ۴ ہزار کم سن بچے تھے جو اپنی مصائب سے بے خبر تھے لیکن جن کی قسمت پر عیسائی اس امر کے یقین سے اور بھی زیادہ نالاں تھے کہ یہ جنگ کے بے گناہ مظلوم (معاذ اللہ) محمد ﷺ کی بت پرستی میں پرورش پائیں گے۔“

ان حالات کے قلم بند کرنے کے بعد فرانسیسی مؤرخ لکھتا ہے کہ:

”بت سے جدید مؤرخوں یا مصنفوں نے صلاح الدین کے اس فیاضانہ سلوک کو ان نصرت انگیز واقعات کے ساتھ جو پہلے کروسیڈروں سے یروشلم میں داخل ہونے کے وقت پیدا کیے گئے تھے، مقابلہ کیا ہے، لیکن ہم کو نہیں بھولنا چاہیے کہ عیسائیوں نے شر کو حوالہ کر دینے کی درخواست کی تھی اور مسلمان مجنونانہ ہٹ کے ساتھ عرصہ دراز تک محصور رہے تھے اور گاڈ فری کے ہمراہیوں نے جو ایک نامعلوم سرزمین میں معاند قوموں کے درمیان میں تھے، بیشمار خطرات برداشت کر کے اور تمام قسم کی مصیبتیں اٹھا کر شر کو بلہ سے فتح کیا تھا۔ لیکن ہماری اہمیت اس پر ہے کہ اس بات کے کہنے سے ہم عیسائیوں کو حق بجانب نہیں بیان کرنا چاہتے اور نہ ان تعریفوں کو ضعیف کرنا چاہتے ہیں جو صلاح الدین کی تاریخ کے ذمہ ہیں اور جو اس نے ان لوگوں سے بھی حاصل کی ہیں جن کو اس نے فتح کیا تھا۔“ (تاریخ نچاؤ: جلد اول: ص ۳۳۰ تا ۳۳۲)

باوجود اس تنگدلی کے جو فرانسیسی مؤرخ سلطان کی بجا تعریف میں مضائقہ کرنے سے ظاہر کرتا ہے آخر کار وہ ان کے تسلیم کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک جدید زمانہ کا انگریزی مؤرخ اپنی مختصر تاریخ میں اس سے زیادہ انصاف سے سلطان کے ان احسانات کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

”غریب عیسائیوں کی آزادی خریدنے کی ہر ایک کوشش کرنے اور ہر ایک بازار میں ٹیکس لگانے اور بادشاہ انگلستان کا خزانہ جو اسپتال میں اسی مشترک فنڈ میں داخل کر دینے کے بعد بھی ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی رہ گئی جو کوئی فدیہ

(جزیہ) نہیں ادا کر سکتا، جن کی قسمت میں اس صورت میں دائمی غلامی یا موت تھی۔ ان کی دردناک حالت پر رحم کر کے صلاح الدین کا بہادر اور فیاض دل بھائی عادل سلطان کے پاس گیا اور شہر کے فتح کرنے میں اپنی خدمات یاد دلا کر عرض کی کہ ”اس کے حصہ غنیمت میں ایک ہزار غلام اس کو دے دیا جائے۔“ صلاح الدین نے دریافت کیا: ”وہ کس غرض کے لیے انہیں طلب کرتا ہے؟“ عادل نے جواب دیا: ”جو سلوک وہ چاہے گا ان کے ساتھ کرے گا۔“ اس پر وہ لوگ اس کے سپرد کر دیئے گئے اور اس نے فوراً ان کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد بطریق نے جا کر ایسی ہی درخواست کی اور سات سو آدمی پائے اور اس کے بعد بالیان کو ۵۰۰ اور ملے۔ تب صلاح الدین نے کہا: ”میرے بھائی نے اپنی خیرات کی ہے۔ بطریق اور بالیان نے اپنی اپنی کی ہے۔ اب میں اپنی بھی کروں گا“ اور اس پر حکم دیا کہ تمام معمر آدمی جو شہر میں تھے آزاد کر دیئے جائیں۔ ”یہ وہ خیرات تھی جو صلاح الدین نے بے تعداد غریب آدمیوں کو چھوڑ دینے سے کی۔“ (تاریخ آرج: ص ۲۸۰)

مؤرخ لین پول لکھتا ہے:

”ہم جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو صلیبیوں نے فتح بیت المقدس کے موقع پر کی تھیں۔ جب گاڈفرے اور تنکیرڈ بیت المقدس کے بازار سے اس حال میں گزر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا اور جال بلب زخمی وہاں تڑپ رہے تھے، جب صلیبی بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو سخت اذیتیں دے کر قتل کر رہے تھے، زندہ آدمیوں کو جلا رہے تھے اور القدس کی چھت پر پناہ لینے والے مسلمانوں کو تیروں سے چھلنی کر کے نیچے گرا رہے تھے..... بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم و کرم ہو رہا تھا۔“



قدیم یروشلم کی مغربی فصیل وسط میں فصیل کے ساتھ داہری بنوم جو کہ مجاہدوں اور نمازیوں کی مسماں نوازی کرتی، اس کا مشرق اور قرار گاہ بنی۔ ساتھ دیوینکل کلیسا اور اس کا منار نظر آ رہا ہے جو مسلمانوں کو باور کروا رہا ہے کہ اب بیت المقدس پر یہودیوں اور مسیحیوں نے باہم مل کر قبضہ کیا ہے۔

سلطان صلاح الدین بیت المقدس میں داخل ہوتا ہے | اب رہا ان کا معاملہ جو "اہل قدس" میں سے

اس کے برخلاف معرکہ آرا رہے تقریباً ۷۰ ہزار کی تعداد میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہو گئے۔۔۔۔۔ نجابت، ساحت، مہربانی اور شرافت میں جن کی یادیں ضرب الامثال بن چکی ہیں۔۔۔۔۔ اس پر کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مسلم جرنیل کی صفات میں صرف ایک "صفت" چشمہ نما" کی حیثیت رکھتی ہے۔۔۔۔۔

عیسائیوں کے نشانات مٹانے کا حکم ہوتا ہے | صلاح الدین نے القدس کی فتح کے بعد صلیبیوں کے نشانات کو ختم کرنا

شروع کر دیا اور اس میں اسلامی طور اطوار واپس لانے شروع کیے۔

امام ابن الاثیر کے بقول: یہاں اسلام یوں پلٹ آیا جیسے موسم بہار میں کسی سوکھی شاخ میں تروتازگی پلٹ آتی ہے اور یہ "نشان بلند" یعنی بیت المقدس کی فتح سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بعد سوائے صلاح الدین ایوبی کے کسی کا مقدر نہ بنی۔ اور ان کی عظمت و رفعت اور سر بلندی کے لیے یہی کارنامہ ہی کافی ہے۔۔۔۔۔ مسجد اقصیٰ کی حالت عیسائیوں نے ایسی بگاڑ دی تھی کہ بہت کچھ تبدیلی اور درستی کے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی۔ سب سے پہلے سلطان نے اس کی درستی کا حکم دیا۔

محراب کی رونقیں واپس لوٹتی ہیں | فرقہ داویہ (مپلس) کے عیسائیوں نے مسجد کے قدیم محراب کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے

مغرب کی طرف ایک جدید عمارت مگر جابنا کر محراب کو اس کے اندر داخل کر دیا تھا اور محراب دیواروں میں غائب ہو گئی تھی۔ محراب کے نصف حصہ پر دیوار بنا کر ان بد بختوں نے بیت اٹکلا بنا دیا تھا اور نصف کو علیحدہ کر کے وہاں غلہ بھرنے کی جگہ بنائی تھی۔ سلطان کے حکم سے یہ جدید دیواریں اور مغربی طرف کا گرجا وغیرہ گرا دیئے گئے اور محراب کی اصلی صورت نکال کر جہاں اس کی مرمت اور درستی کی ضرورت تھی کر دی گئی۔

صدائے اذان کی گونج اور جمعۃ المبارک کا روح پرور نظارہ | مسجد کو اس کی



اصلی حالت میں لا کر اس کو عرق گلاب سے جو دمشق سے لایا گیا تھا، دھویا گیا اور صاف کر کے نماز پڑھنے کے لیے پاک اور آراستہ کی گئی۔ منبر رکھا گیا اور محراب کے اوپر قدیمیں لٹکائی گئیں۔ قرآن شریف کی تلاوت شروع کی گئی اور وہیں نمازیں پڑھی جانے لگیں اور ناقوس کی صدا کی بجائے اللہ واحد کی اذانیں کہی جانے لگیں۔ ۴ شعبان کو دوسرے جمعہ کا دن جو نماز جمعہ ادا کرنے کے واسطے پہلا جمعہ تھا، ایک عجیب و غریب شان و شوکت کا دن تھا۔ خطیبوں نے خطبے تیار کیے تھے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ اس کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ بے شمار لوگ ہر ایک درجہ اور رتبہ کے اور ہر ایک دیار و ملک کے علماء و فضلاء جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر ایک علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا اور دلوں پر رقت طاری تھی۔ اذان کئے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پر چڑھنے کے لیے اشارہ کیا۔ خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت اور بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہو گئے، سامعین کے دل بل گئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیت المقدس کی تقدیس اور مسجد اقصیٰ کی بناء سے شروع کر کے اس کے فتح کے حالات تک واقعات کو کمال خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان کیا اور اللہ کریم کی منت اور احسان بیان کر کے بادشاہ بغداد اور سلطان کے لیے دعا کی اور ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ پر ختم کیا۔

پھر مسلمانوں نے شعبان کی چار تاریخ کو آنے والا جمعہ صلاح الدین کی معیت میں بیت المقدس ہی میں ادا کیا۔ ابن الزکی قاضی دمشق نے یہ پہلا خطبہ جمعہ اس مسجد اقصیٰ میں ارشاد فرمایا، بعد اس کے کہ ماضی کے انٹھاسی برسوں سے خطبات اور جمععات اس مسجد سے غائب ہو چکے تھے۔ ان صلیبی غاصبوں نے ذلیل و رسوا ہو کر اسے چھوڑا..... اور ان شاء اللہ ہر ظالم غاصب آثم کا یہی انجام ہو گا جو مسلمانوں کو دکھ دے کر اپنی راتیں گزارتا ہے..... جب یہ مسلمان صحیح سمت پے گامزن ہوں گے، اور اللہ کے حضور اپنے جہاد اپنے

عزائم اور اپنی نیتوں میں سچے ہو جائیں گے۔

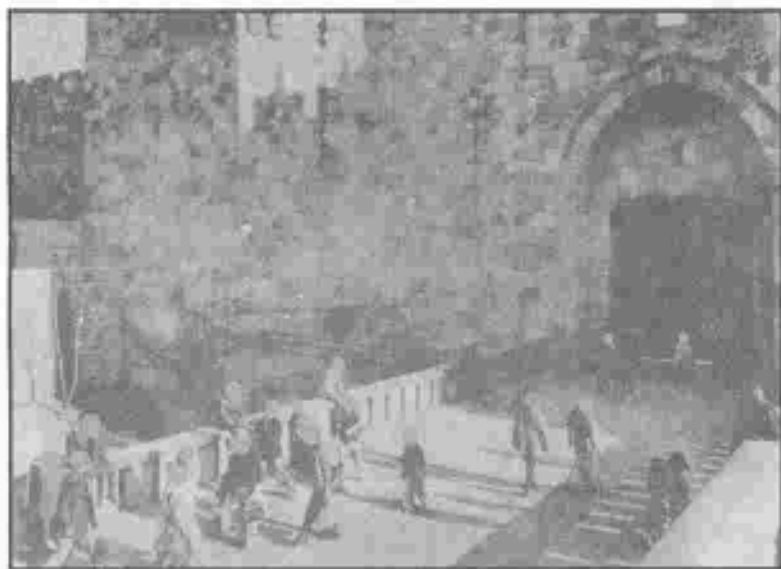
بیت المقدس میں فتح کے بعد شکرانے کے آنسو اور ہچکیاں | خطبہ ختم کرنے کے بعد منبر سے

اتر کر امامت کی اور ادائے نماز کے بعد سلطان کے ایماء سے زین العابدین ابوالحسن علی بن نجاف وعظ کرنے کے لیے کھڑا ہوا اور نہایت خوش الحانی اور طلاقت لسانی سے خوف اور رجا، سعادت و سقادت، ہلاکت و نجات کے مضامین پر ایسا عمدہ اور مؤثر وعظ کیا کہ سامعین ڈھاریں مار مار کر روئے اور سب پر عجیب سی حالت طاری ہو گئی اور بعد ازاں سب نے سلطان کی دوام نصرت کے واسطے دعائیں مانگیں۔

سلطان نور الدین کا بنایا منبر، محراب بیت المقدس کی زینت بنتا ہے | اس روز جس منبر

پر خطبہ پڑھا گیا تھا وہ ایک معمولی منبر تھا۔ سلطان نور الدین کا منبر اس کے بعد وہاں لا کر رکھا گیا۔ سلطان نور الدین محمود بن زنگی نے اس واقعہ سے تیس برس پیشتر بیت المقدس کی اس عظیم الشان مسجد میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے لیے ایک عالی شان منبر جس کو نہایت صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں (کاریگروں) کی عرصہ دراز کی محنت اور صرف زر کثیر کے بعد بنوایا تھا اور اس کو اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا تھا (کہ جب میں بیت المقدس کو فتح کروں گا تو اسے اس کے محراب کی زینت بنا کر اپنا دل ٹھنڈا کروں گا) مگر سلطان مرحوم کی یہ آرزو فتح بیت المقدس کی پوری نہ ہوئی اور منبر اسی طرح پڑا رہ گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اس کو منگوا بھیجا اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھ کر بزرگ نور الدین کی اس تمنا کو پورا کیا جو وہ حسرت کی طرح اپنے دل میں لے کر دنیائے فانی سے چل بسا تھا۔ بیت المقدس کی عمارات اور اکنہ متبرکہ اور دوسرے کوائف میں تبدیلیاں اور درستیاں کی گئیں۔

صلیبیوں کی دلخراش جساتیں | اسلامی شعار کو ختم کر کے صلیبی تہذیب اور رنگ کو غالب کرنے کی جساتوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے



قدیم شہریرہ شلم کی شمالی فصیل کا "دروازہ دمشق" کہ جنوں مجاہدوں غازیوں اور غاصب صلیبیوں کے درمیان زبردست معرکہ پایا ہوا۔ یہاں کتنے ہی سلطان کے مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور یوں شہادتوں کی داستانیں رقم کرنے کے بعد وہ فصیل پار کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور صلیبیوں کو کانٹے لگے۔ کٹتے کٹاتے انہوں نے یہاں موجود بڑا دروازہ کھول دیا تو مجاہدوں نے ایک بہت بڑا معرکہ لڑنے کے بعد ہزاروں صلیبیوں کو پکڑ کر نیچے کی رسیوں میں باندھ کر بٹھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو بر شمال بنا کر اس کی توہین کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

عماد لکھتا ہے کہ: صحرہ مقدسہ پر فرنگیوں نے ایک گر جا تعمیر کر لیا تھا، جو شکل و صورت اس کی مسلمانوں کے وقت میں تھی اس کو بدل ڈالا تھا اور نئی عمارتوں میں اس کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے اوپر بڑی بڑی تصویریں لٹکادی تھیں اور صحرہ کو کھود کر اس میں بھی خنازیر وغیرہ کی تصویریں بنائی تھیں۔ قرین گاہ کو بالکل برباد کر ڈالا تھا۔ اس میں غلیظ اشیاء بھردی تھیں۔ وہاں بھی تصویریں لگائی گئیں تھیں اور پادریوں کے رہنے کے مکان اور انجیلوں کا کتب خانہ بنا ہوا تھا۔ (ان صلیبی جساتوں کا تدارک کر کے) ان سب کو سلطان نے ان کی اصلی شکل میں تبدیل (بحال) کر دیا۔

**مقام قدم مسیح** ایک جگہ پر جس کو مقام قدم مسیح کہتے ہیں، ایک چھوٹا سا قبہ تعمیر کر کے اس پر سونا چڑھایا ہوا تھا۔ صلیبیوں نے اس کے گرد ستون کھڑے کر کے ان پر ایک بلند گر جا تعمیر کیا تھا، جس کے اندر وہ قبہ چھپ گیا تھا اور کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ سلطان نے اس حجاب کو اٹھوا کر اس پر ایک لوہے کے تاروں کا بجنبرہ بنوا دیا۔ اس کے ارد گرد قدلیں لگائیں جن سے وہ مقام رات کو روشنی سے جگمگا جاتا تھا۔ وہاں حفاظت کے واسطے پہرہ مقرر تھا۔

**بت توڑے جاتے ہیں** سنگ مرمر کے کثیر التعداد بت جو اس کے اندر سے نکلے تھے تڑوا کر پھینک دیئے گئے۔ مسلمانوں کو اس امر کے دیکھنے سے بت رنج ہوا کہ عیسائی صحرہ شریف سے نکلے کاٹ کاٹ کر قسطنطنیہ کو لے گئے تھے، جن کو وہ وہاں سونے کے برابر فروخت کرتے تھے اور اس کے بت بنواتے تھے۔ سلطان نے صحرہ کی حفاظت کا انتظام کر کے اس پر امام مقرر کر دیا اور بت ہی اراضی اور بناات اور مکانات بہ طور وقف کے اس کے لیے جاگیر مقرر کر دیئے اور قلمی قرآن شریف موٹے حروف میں لکھے ہوئے لوگوں کے پڑھنے کے لیے وہاں رکھوا دیئے۔

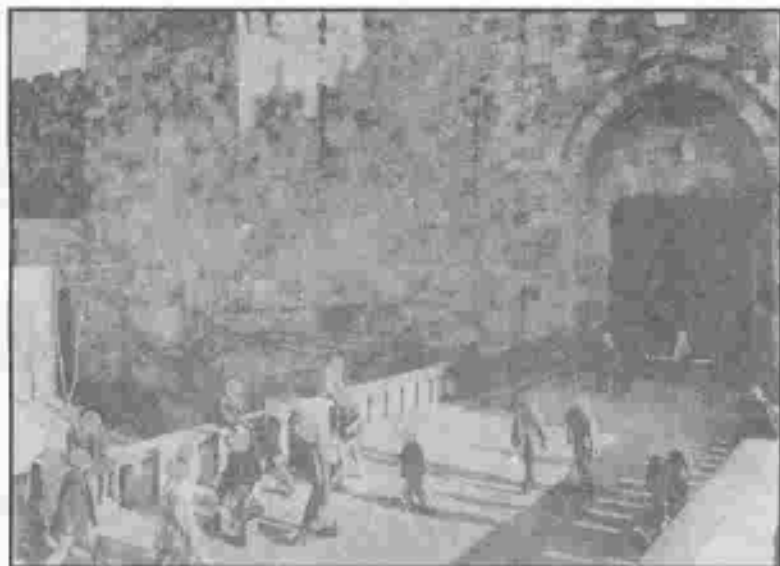
**مساجد و مدارس کا قیام عمل میں آتا ہے** ”محراب داؤد علیہ السلام“ مسجد اقصیٰ سے باہر ایک قلعہ میں شہر کے دروازہ کے پاس ایک نہایت رفیع الشان عمارت تھی اور اس قلعہ میں والی بیت المقدس رہا کرتا تھا۔



بیت المقدس کے نزدیک یودیوں کی مقدس و حبرک جگہ دیوارِ گریہ: اس کی وہ لوہ جا کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا عزم اسی جگہ آکر کرتے ہیں۔ لعنتی یودیوں نے جب ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اسرائیلی فوجی اس دیوار ”دیوارِ گریہ“ کے پاس جمع ہو گئے اور موسیٰ دویان کے ساتھ مل کر اس طرح نعرے لگانے لگے: ”آج کا دن خیر کے دن کا بدلہ ہے، خیر کا انتقام لیا جا چکا ہے۔“ اور مزید بکواس کرتے ہوئے کہا: ”محمد (ﷺ) کا دین دم دیا کر بھاگ گیا۔ محمد (ﷺ) کا اب انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے صرف بیٹیاں چھوڑ کر مرے ہیں۔“ نفوذِ ہلندہ۔



قدیم یروشلم کی مغربی فصیل وسط میں فصیل کے ساتھ وادی ہنوم جو کہ مجاہدوں اور غازیوں کی مسکن نوازی  
کرتی اس کا مشرق اور قرار گاہ بنی۔ ساتھ ویجیکل کھینسا اور اس کا منار نظر آ رہا ہے جو مسلمانوں کو پاور کروا رہا  
ہے کہ اب بیت المقدس پر یہودیوں اور مسیحیوں نے ہانم مل کر قبضہ کیا ہے۔



قدیم شہر و شلم کی شمالی فصیل کا "دروازہ دمشق" کہ جنوں مجاہدوں غازیوں اور غاصب صلیبیوں کے درمیان زبردست معرکہ چھا ہوا۔ یہاں کتنے ہی سلطان کے مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور یوں شہادتوں کی داستانیں رقم کرنے کے بعد وہ فصیل پار کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور صلیبیوں کو کاٹنے لگے۔ کتنے کتاتے انہوں نے یہاں موجود بڑا دروازہ کھول دیا تو مجاہدوں نے ایک بہت بڑا معرکہ لڑنے کے بعد ہزاروں صلیبیوں کو پکڑ کر خیمے کی رسیوں میں باندھ کر بٹھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو یہ فعل بنا کر اس کی توبہ کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔



بیت المقدس کے نزدیک یہودیوں کی مقدس و متبرک جگہ دیوارِ گریہ: اس کی وہ پوجا کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا عزم اسی جگہ آ کر کرتے ہیں۔ یعنی یہودیوں نے جب ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اسرائیلی فوجی اس دیوار "دیوارِ گریہ" کے پاس جمع ہو گئے اور موسیٰ دایان کے ساتھ مل کر اس طرح نعرے لگانے لگے: "آج کا دن خیر کے دن کا بدلہ ہے، خیر کا انتقام لیا جا چکا ہے۔" اور مزید کہو اس کرتے ہوئے کہا: "محمد (ﷺ) کا دین دم دبا کر بھاگ گیا۔ محمد (ﷺ) کا اب انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے صرف بیٹھیاں چھوڑ کر مرے ہیں۔" نمودار اللہ۔



سلطان نے اس کی بھی مرمت کرائی۔ دیواریں صاف اور سفید کرائیں اور پھانگ اور دروازوں کو درست کروا دیا اور امام اور مؤذن وہاں رہنے کو مقرر کیے اور مساجد کی تعمیر کرائی اور جو جو ضروریات لوگوں کی تھیں ان کو پورا کر دیا۔ اس قلعہ میں جو سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھر تھے اور زیارت گاہ تھے، درست کر دیئے۔ فقہائے شافعیہ کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا اور صلوات کرام کے لیے ایک مہمان خانہ بنایا۔ دوسرے علوم کی تعلیم و تدریس کے لیے بہت سے اور مدارس قائم کیے اور معلموں اور طالب علموں کے لیے ان کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ غرض بیت المقدس کی بزرگی ایک فیاض اور عالی ہمت مسلمان بادشاہ سے جس اہتمام کی خواہش کر سکتی تھی اس سے زیادہ اہتمام سلطان نے کیا اور بیت المقدس کے ساتھ سلطان کی یہ فیاضانہ اور اسلامی دلچسپی صرف اس کی ذات تک مخصوص و محدود نہیں رہی۔ اس کے بعد اس کے بھائی عادل اور اس کے بیٹوں اور جانشینوں نے بیت المقدس کی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت کے بڑھانے کے واسطے اس سے بھی بڑے بڑے کام کیے اور اپنے اس نامورانہ تعلق کو اس مقدس مقام کے ساتھ آخر تک نباہ دیا۔

اس مبارک فتح کے لیے سلطان کے پاس تمام مسلمان فرمان رواؤں کے پاس سے اور ہر طرف سے قاصد مبارک ہادی کے خطوط لائے۔ دربار بغداد سے ایک غلط فہمی کے باعث کچھ کشیدگی سی پیدا ہو گئی جو بہت جلد رفع ہو گئی۔ شعراء نے اس کی تعریف میں بے شمار قصائد لکھے جو بجائے خود ایک دفتر عظیم ہیں۔



فصیلوں کا شہر برد حکم کنہ روتن وادی کے ساتھ ڈاکو پینٹا کے زینہ کا شہر آ رہا ہے قدیم برد حکم کی فصیل اور مسجد اقصیٰ کا مکتبہ بھی واضح ہیں۔ دائیں طرف عربوں کی آبادی اور عقب میں اسرائیلیوں کی نئی عمارتیں ہیں جو اب بہت زیادہ پھیل چکی ہیں اسرائیل نے اپنے علاقہ کے تحت اب سلطان صلاح الدین ایلانی کے وقت کے تاریخی شہر کو بدل ڈالا ہے۔ ایک پرانی اور عجیب تصویر ہے۔

## فتح بیت المقدس کے بعد پھر جہادی میدان سجتے ہیں

سلطان ایک عرصہ تک بیت المقدس میں مقیم رہ کر معاملات ملکی کی تدابیر میں مصروف رہا اور اپنی محنت کے اس مبارک اور بیٹھے پھل کو کھاتا اور حظوظ و لذات روحانی حاصل کرتا رہا۔ مشہور اور مضبوط مقامات میں سے صور کا قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں رہ گیا تھا اور سلطان کو اس کے فتح کرنے کی فکر تھی۔ سیف الدین علی بن احمد مشغوب نے جو صور کے قریب صیدا اور بیروت میں سلطان کا نائب تھا، سلطان کو خط لکھ کر محاصرہ صور کی ترغیب دلائی۔ سلطان ۲۵ شعبان کو جمعہ کے دن بیت المقدس سے صور کے عزم سے روانہ ہوا اور ۹ رمضان کو جمعہ کے روز وہاں پہنچ گیا اور صور کا محاصرہ شروع کر دیا۔ قلعہ صور کو پانی نے محاصرین کے حملہ سے بہت کچھ بچایا، تاہم سلطان تیرہ روز تک محاصرہ ڈالے پڑا رہا۔ ان دنوں میں سمندر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جہازوں میں مقابلہ جاری رہتا تھا اور ایک دوسرے کی ہارجیت ہوتی رہتی تھی۔ محاصرہ نے طول کھینچا تو لوگ سامان رسد کی کمی اور شدت سرما (یعنی شدید قسم کی سردی) سے تنگ آ گئے اور سلطان سے محاصرہ اٹھانے کے لیے عرض کرنے لگے۔ سلطان کی اور بعض امراء مثلاً فقیہہ عیسیٰ اور حجاج الدین و عز الدین جردیک کی یہ رائے تھی کہ جب قلعہ کی فصیل ٹوٹ چکی ہے اور بہت محنت اور زر صرف ہو چکا ہے بغیر فتح قلعہ کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ مگر اکثر لوگ بد دل ہو گئے تھے اور سلطان نے آخر کار محاصرہ اٹھالینا مناسب سمجھا۔ آخر کار شوال میں شدید سردی کی حالت میں وہاں سے کوچ کیا۔ محاصرہ صور کے زمانہ میں ہونین فتح ہو چکا تھا۔ سلطان نے بدر الدین بلارم کو وہاں حاکم کر کے بھیج دیا اور خود عکا میں انتظام اور زلفہ عام

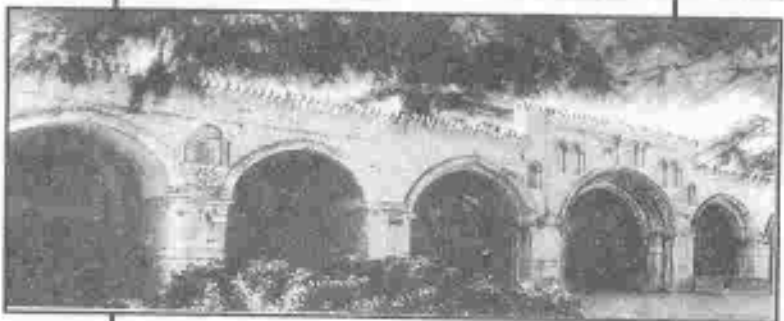
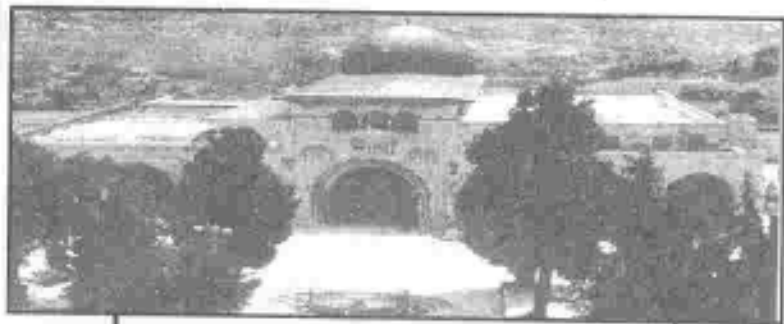
کے کاموں میں کچھ مدت مصروف رہا۔

سلطان کی آمد کاسن کر حملہ آور فرنگی بھاگ اٹھے | ۵۸۴ ہجری کے آغاز میں یعنی  
وسط ماہ محرم میں سلطان عکا

سے حصن کو کب کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ شروع کیا، مگر اس مدعا  
کی دشواری نے بالفعل اس سے اس کو ملتوی کر دیا۔ وہیں بعض والیان ملک کے سفیروں  
نے اس سے ملاقات کی اور اس کے بعد وہ دمشق کو چل دیا اور ۶ ربیع الاول کو وہاں پہنچا۔  
سلطان چودہ ماہ کے بعد دمشق کو واپس آیا اور چند روز وہاں قیام کرنا چاہتا تھا لیکن پانچویں  
ہی دن دفعتاً اس کو خبر پہنچی کہ فرنگیوں نے جمیل پر چڑھائی کی ہے اور اس کا محاصرہ کر لیا  
ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے لشکروں کو طلب کیا اور خود سیدھا جمیل کو نکلا لیکن ابھی  
وہ راستہ میں ہی تھا کہ فرنگی اس کی آمد کی خبر سن کر وہاں سے بھاگ اٹھے اور واپس کر  
چلے گئے۔

سلطان کو عماد الدین اور لشکر موصل اور مظفر الدین کے حلب کو آپ کی خدمت  
میں جماد کے لیے آنے کی خبر ملی۔ پس وہ ملک بالائی ساحل کے ارادہ سے حصن الاکراہ کی  
طرف چلا اور اس کے مقابل میں ایک بلند ٹیلے پر جا اترا اور شاہزادہ ملک ظاہر اور ملک  
مظفر کو کہلا بھیجا کہ دونوں جمع ہو کر تیزین پر انتظامیہ کے مقابل جا اتریں اور اس طرف  
سے دشمن کے حملہ کا خیال رکھیں۔ سلطان حصن الاکراہ کے فوج کرنے کی تجاویز سوچتا رہا  
مگر کوئی تدبیر کارگر معلوم نہ ہوئی۔ دو دفعہ اس نے طرابلس کو تاخت و تاراج کیا اور پھر  
اہل لشکر کی رخصت کے ختم ہونے پر، ان کے پھر جمع ہونے کے وقت کا انتظار کرنے کے  
لیے دمشق کو چلا آیا۔ اور چند روز تک وہاں رہ کر عدل گستری اور انتظام ملک اور اہتمام  
جماد میں مصروف رہا۔

جمادی میدانوں میں فتوحات پر فتوحات | جب فوجوں کے جمع ہونے کا وقت ہو گیا  
تو وہ بلاد بالائی ساحل کے فوج کرنے کے  
عزم سے اس طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کو خبر ملی کہ عماد الدین سے بڑے تپاک



بیت المقدس، قبۃ اوں کے مختلف حصوں کو آپ دیکھ رہے ہیں جو سکتے ہوئے فریاد کر رہے ہیں کہ  
 اے اللہ الدین کے فرزندو!..... کفر کے تیر ہمارے جسم کو پھینکی کر چکے ہیں۔ کوئی ہے تم میں ایسا  
 کہ جو ایوبی کے قدموں پر چلتے ہوئے جہاد کا پرچم لہراتے ہوئے آئے اور ہمارے زخموں پر مرہم  
 رکھے ہمیں کفر کے تسلط سے آزادی دلائے۔ کوئی ہے جو افسردہ اداس اور غمزہ قبکۃ اول کو آواز دے  
 کہ اے بیت المقدس! اس اور ناپس نہ ہو کہ ہم آ رہے ہیں تجھے آزاد کروانے کے لیے پھر تو آزاد  
 نساواں میں اپنی پوری رونقوں سے بلوہ افروز ہو گا اور مجاہدین و غازیان تیرے اندر سجدہ ریز ہوں  
 گے۔

سے ملاقات کر کے اس کے لشکروں کو اپنے لشکر میں شریک کر کے حصن الاکراد کے قریب جاتا رہا۔ قبائل عرب بھی پہنچ گئے تو حصن الاکراد کے گرد کے قلعے فتح کرتا چلا گیا۔ ۶ جمادی الاول کو اس نے انطرطوس کو جاگھیرا اور اس کو فتح کر کے جہلہ کی طرف بڑھا۔ وہاں پہنچتے ہی شہر پر قبضہ ہو گیا مگر اہل قلعہ مقابلہ پر آمادہ رہے۔ ۱۹ تاریخ کو جب اہل قلعہ عاجز آ گئے تو انہوں نے امان چاہی، جو سلطان نے دے دی اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ ۲۳ جمادی الاول تک وہاں ٹھہر کر سلطان نے لازقیہ کو کوچ کیا اور شب تک اس کے قریب پہنچ گیا۔ فرنگی صبح کو خبر پا کر قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ یہ تین قلعے ایک بلندی پر تھے۔ مسلمان لشکر نے نعب لگانا شروع کی اور قلعہ کی جڑوں کو اکھاڑ ڈالا۔ تیسرے ہی دن اہل قلعہ نے امان چاہی اور شہر چھوڑ جانے یا جزیہ ادا کرنے کی شرط پر امان دی گئی۔

لازقیہ میں بتوں اور تصویروں کی شامت | لازقیہ ایک نہایت فراخ اور آباد اور خوبصورت شہر تھا۔ عمارتیں پختہ اور

رفیع الشان تھیں۔ نواح میں باغات نہایت دلچسپ اور سرسبز و شاداب تھے۔ چاروں طرف نہریں جاری تھیں۔ بڑے بڑے عایشان گرجے جن کی دیواروں میں سنگ مرمر لگا ہوا تھا اور ان پر تصویریں منقوش تھیں، مسلمانوں نے ان تصویروں کو مٹا دیا۔ بعض مکانات کو بھی گرا دیا جس کا بعد ازاں ان کو بت افسوس ہوا۔

لازقیہ کے عیسائیوں نے وطن کی الفت کے سبب سے اس کو چھوڑ کر جانا گوارا نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کر کے وہیں رہنا پسند کیا۔ سلطان جب شہر میں داخل ہوا تو ان سے الفت اور دل دہی کی باتیں کیں اور ان کی تسکین اور تشریفی کی۔ شہر اور بازاروں کی سیر کر کے لازقیہ کی بندرگاہ کو دیکھنے کے لیے گیا اور ایسے خوبصورت شہر کے فتح ہونے پر اللہ کریم کا شکر ادا کیا۔ سیف الاسلام کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ:

لازقیہ نہایت فراخ اور دلکشا شہر ہے۔ اس کی منازل خوبصورت اور عمارت دلکش ہیں اور گرد و نواح میں باغات اور نہریں ہیں۔ یہ شہر ساحل کے تمام شہروں میں خوبصورت اور پختہ ہے اور سمندر کے اس ساحل کی بندرگاہوں

میں ایسی خوبصورت بندرگاہ کسی کی نہیں ہے۔ جہازوں کے ٹھہرنے کا مقام نہایت مناسب اور موزوں ہے۔

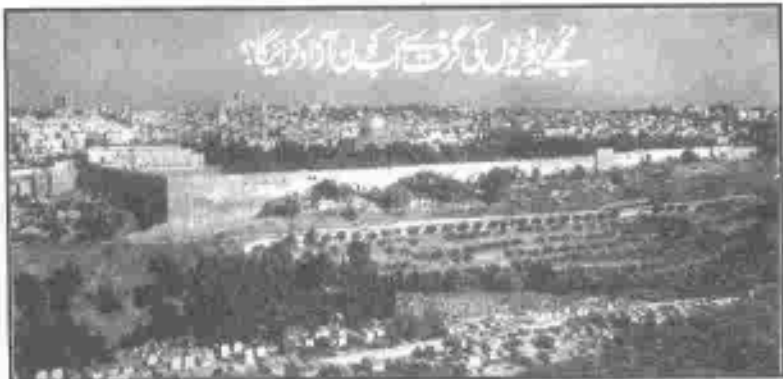
۲۷ جمادی الاول کو سلطان نے لازقہ سے صیہون کی طرف کوچ کیا اور ۲۹ کو وہاں پہنچ کر محاصرہ شروع کر دیا۔ صیہون کا قلعہ نہایت پختہ اور بلند تھا، گویا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے گرد نہایت عمیق اور ہیبت ناک خندق تھی جس کا عرض ۱۲۰ گز تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ مشکل سے فتح ہو گا۔ تین فصیلوں سے شہر پناہ میں تھا مگر جب منافیق نے کام شروع کیا تو فصیل کا ایک بڑا قطعہ گر پڑا اور اندر جانے کا راستہ ہو گیا۔ سلطان نے خود پیش قدمی کی اور لشکر نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کر کے فصیل پر چڑھنا اور جنگ شروع کر دی اور ایسے جان توڑ کر لڑے کہ عیسائیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ امان ہاتھ لگے۔ سلطان نے اہل شہر کو ان کو انہیں شرائط پر جو اہل یروشلم سے مقرر ہوئی تھیں ان کو امان دے دی اور قلعہ پر قبضہ کر کے وہاں انتظام و انصرام کے شعبے قائم کر کے حکام کا تقرر کر دیا۔ وہاں سے سلطان بکاس کی طرف روانہ ہوا اور بکاس اور اشغر اور سرمانیہ کو اسی طرح فتح کر لیا۔

مسلمان مظلوم قیدیوں پر آزادی و رہائی کے دروازے کھلتے ہیں | ایک مؤرخ  
کتاب ہے کہ:

”سلطان کی فتوحات جبلہ سے لے کر سرمانیہ تک تمام حسن اتفاق سے جمعہ کے دن ہوئیں اور یہ علامت (شاید) خطیبوں کی دعاؤں کی قبولیت کی (تھی) جو وہ منبروں پر سلطان کے لیے مانگا کرتے تھے۔ ان مفتوحہ مقامات سے ہر ایک جگہ ایک تعداد مسلمان قیدیوں کی ملتی تھی (جو صلیبیوں نے ظلم و ستم کا مظاہرہ کرتے ہوئے قید خانوں میں ڈالے ہوتے تھے فتح کے بعد سلطان کی طرف سے) یہ مسلمان قیدی سب سے پہلے آزاد کر دیئے جاتے تھے۔“

پہاڑ کی چوٹی پر واقع مضبوط قلعہ کی تسخیر | سلطان وہاں سے فارغ ہو کر حصن بزریہ

## مجھے یودیوں کی گرفت سے آزاد کرانے کا؟



حرم قدسی کا ایک فضائی منظر۔ پس منظر میں بیت المقدس کی شہری آبادی نظر آ رہی ہے۔ دنیا والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بیت المقدس کی حفاظت کے لیے صرف بیت المقدس کے گرد و نواح میں رہنے والے عرب مسلمان کافی ہیں ہماری ضرورت نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی خلیفہ منصوبے کے تحت بیت المقدس کے ارد گرد سے بھی مسلمانوں کا وجود ختم کر رہے ہیں کہ کہیں کسی میں صلاح الدین کے افکار کی روح نہ گھس بیٹھے۔ یہودی یہاں وجزا وجزا زمینیں خرید کر آباد ہو رہے ہیں۔ اس وقت اسرائیل اور مقبوضہ عرب علاقوں میں بیچاس لاکھ یہودی آباد ہو چکے ہیں جبکہ آج سے ایک صدی قبل اس علاقے میں لاکھ لاکھ یہودی ہی آباد تھے۔ اب دن بدن حرم کے قریب یہودیوں کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ مسلمانوں سے زبردستی زمین خرید کر آباد ہو رہے ہیں۔ ایسی صورت حال میں کیا دنیا کا کوئی بھی مسلمان یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ یہ فلسطینیوں کا یا بیت المقدس کے رہنے والے مسلمانوں کا مسئلہ ہے ہمارا نہیں؟ کیا یہ قبلہ بھی صرف ان فلسطینیوں کا ہی ہے تمہارا نہیں!!



کی طرف چلا جو ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک نہایت پختہ اور مضبوط قلعہ تھا۔ اس کی دشوار گزار راہوں اور پختگی کے سبب سے یہ بات عوام میں مشہور ہو چکی تھی کہ اس قلعہ کو کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ سلطان کو ان مشکلات نے اس کی فتح کرنے پر اور زیادہ حریص کیا اور ۲۵ جمادی الآخر کو وہاں پہنچ کر مناہیق سے کام لینا شروع کر دیا۔ دو روز تک کوئی مفید نتیجہ نہ پیدا ہوا تو لشکر کے تین حصے کر کے ہر ایک کو باری باری سے حملہ کرنے کا کام سپرد کر دیا۔ پہلے روز عماد الدین والی سنجاہ کی باری تھی۔ بہت شجاعت سے اس نے حملہ اور لڑائی کی مگر کچھ پیش رفت نہ گئی۔ دوسرے روز سلطان کی اپنی نوبت تھی۔ سلطان نے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور لشکر نے متفق ہو کر ایک باریگی حملہ کیا اور فصیل تک پہنچ کر اسی طرح بڑھے ہوئے جوشوں سے کسی خطرہ کی پرواہ نہ کر کے فصیل پر چڑھ گئے اور فرنگیوں سے سخت لڑائی لڑے۔ آخر کار عیسائی شکست کھا گئے اور مجبوراً امان مانگنے لگے۔ اس قلعہ میں اس کی پختگی کے باعث اور دیگر کئی مقامات کے مفرورین بھی جمع ہو گئے تھے اس قلعہ کی فتح کے بعد بہت مخلوق اس میں سے جزیہ دے کر نکلی۔

والی قلعہ ایک عیسائی والی انطاکیہ کا رشتہ دار تھا۔ سلطان نے اس سے نرمی اور ملامت سے سلوک کیا اور اس کی خواہش کے مطابق اس کو تمام عزیزوں سمیت انطاکیہ کی طرف عزت کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ قلعہ کی والیہ برنس صاحب انطاکیہ کی زوجہ تھی اور قیدیوں میں وہ اور اس کی بیٹی بھی گرفتار ہوئی تھی۔ سلطان کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کو مع ان کے خدام کے آزاد کر دیا اور تحفے اور انعام دے کر انطاکیہ کو روانہ کر دیا اور اس کے بعد سلطان نے اسی طرح حصن، دربساک اور بغراس کے قلعوں کو فتح کیا۔ یہ آخری دو قلعے تھے جو انطاکیہ کے نواح میں اور اس کے منہ پر واقع تھے۔ ان کے فتح ہو جانے سے انطاکیہ اکیلا اپنے آپ کو سنبھالنے کے واسطے رہ گیا، گویا کہ انطاکیہ کے اعضاء کٹ گئے اور وہ کمزور و ضعیف ہو گیا۔

سلطان اب انطاکیہ کی فصیلوں کے نیچے پہنچ گیا تھا اور ایک تھوڑی سی کوشش سے

انطاکیہ فتح ہو جاتا لیکن مسلمان فوجیں ایک عرصہ کے سخت اور کٹھن کام اور مسلسل لڑائیوں سے درمائدہ ہو چکی تھیں۔ وطن کی محبت ان کو کھینچ رہی تھی۔ صرف غریاء کی ہمتیں ہی ضعیف نہیں ہوئی تھیں بلکہ عماد الدین صاحب سباز بھی بہت بے قراری سے رخصت طلب کرتا تھا۔

**رمضان المبارک میں سلطان کے جہادی معرکے** | انطاکیہ کے والی کے سفیر سلطان کے پاس صلح کی درخواست کرنے کے لیے آچکے تھے۔ سلطان کو مسلمان لشکر کے آرام کی ضرورت نے درخواست صلح منظور کر لینے کی تحریک کی اور موسم سرما کو ۸ ماہ کے واسطے اس نے والی انطاکیہ سے صلح کرنی اور ایک شرط یہ ٹھہرائی کہ ”تمام مسلمان قیدی جو انطاکیہ میں ہیں رہا کر دیئے جائیں۔“ اس سے فارغ ہو کر سلطان نے حلب اور حمہ کے راستہ سے دمشق کو کوچ کیا۔ اس کے دمشق پہنچنے پر ماہ رمضان آگیا۔ یہ ایک قدرتی تحریک آرام کرنے کی تھی مگر سلطان کی کمال ہمت اور شوق جہاد نے اس کو آرام کرنے کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ قریب کے اور قلعوں میں سے حوران کے علاقہ میں صفد اور کوب نام کے دو قلعے ابھی غیر مفتوحہ باقی تھے، ان ایام میں ان کو فتح کرنے کا عزم کر لیا۔

**مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے خواہشمند پر جہادی ضرب** | جس زمانہ

میں سلطان بلاد انطاکیہ میں عیسائیوں کے شہروں کو فتح کر رہا تھا، ملک عادل نواح کرک میں عیسائیوں سے جنگ کر رہا تھا۔ خاص کرک پر بھی اس نے اپنے خسر سعد الدین کتبہ کے ماتحت فوج بھیج دی تھی جس نے آخر کار عیسائیوں کو عرصہ تک محصور رکھ کر تنگ کر دیا اور وہ امداد اور سامان رسد کے پہنچنے سے مایوس ہو کر نہایت عاجزی سے ملک عادل سے امان طلب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ملک عادل نے امان دے دی اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ کرک کی فتح ایک بہت بڑی کامیابی تھی جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ عماد نے ایک نط میں لکھا کہ:

”کرک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ وہ قلعہ ہے جس کے والی نے حجاز (مکہ اور مدینہ) پر حملہ کرنے اور اس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور ہمارے پسندے میں ایسا پھنسا کہ مشکل سے چاہر ہوا اور مخلصی کو غنیمت سمجھا۔ (والی کرک جنگ طین میں قید ہو گیا تھا اور بعد فتح کرک سلطان نے اس کو چھوڑ دیا تھا) ہم نے اس کو سال کی ابتداء میں موت کا مزہ چکھا دیا تھا۔ اب ہم اس کے قلعہ کے مالک ہو گئے ہیں جس کی نسبت وہ اسی سال میں بڑے دعوے کرتا تھا۔ کفر عاجز ہو کر اسلام کے پاؤں پر گرا اور اس قلعہ کے فتح ہونے سے اسلام کا بول بالا ہو گیا۔“

بارشوں کیچھڑ دلدل اور پانیوں کے درمیان خندقوں سے گھرے قلعہ کی طرف پیش قدمی

فتح کرک کے بعد صفد اور کرک دو قلعے مضبوط باقی رہ گئے تھے۔ سلطان نے ماہ رمضان میں آرام کرنے کے بجائے ان کی فتح کے لیے جہاد کرنا پسند کیا اور شروع رمضان میں دمشق سے صفد کو روانہ ہوا۔ قلعہ بلند تھا۔ عمیق خندقوں سے گھرا ہوا تھا اور شدت بارش و باراں سے محاصرہ میں کافی ترقی و پیش قدمی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ خمیوں کے ارد گرد سب طرف پانی بھرا ہوا تھا۔ کیچھڑ میں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا مگر سلطان تھا کہ اس جہاد میں اسی سرگرمی اور شوق سے مصروف تھا۔ اس تکلیف کو وہ راحت اور اس مصیبت کو وہ عسرت سمجھتا تھا۔ کوئی مشکل اس کو اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی اور کوئی وقت اسے تھکا نہیں سکتی تھی۔ دن بھر فوج کے ساتھ ملنے کرنے میں شریک رہتا تھا اور رات بھر منجھتیوں کے نصب کرنے کے کام کو اپنی ہر وقت کھلی رہنے والی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ صفد کی امداد کے لیے عیسائیوں نے صور سے بھی کچھ فوج بھیجی تھی جو گھاٹیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان امیر شکار کھیلنے کو گیا۔ تو اس کا سراغ لے آیا اور مسلمان فوج کے سپاہیوں نے ان جنگل ہاش صلیبیوں ہی کا شکار کر ڈالا اور ایک بھی ان میں سے بھاگ کر کہیں نہ جاسکا لیکن سلطان نے ان کے ساتھ ملاطفت کا برتاؤ کیا اور چھوڑ دیا۔

”چاند کی منزل“ فتح ہوتی ہے

قلعہ صفد فتح ہو گیا اور سلطان قلعہ کو کب کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بلندی میں سچ مچ کو کب (آسمان کا

ستارہ) ہی تھا، جس کو عربی مؤرخ عنقا کا آشیانہ یا چاند کی منزل سے تشبیہ دیتا ہے مگر سلطان کی ہمت سے باوجود بارش و باراں کی مصیبت اور اسی قسم کی تکالیف کے فتح ہو گیا۔ فتح کو کب نے مسلمانوں کی فتوحات کے تمام سلسلے کو ملا دیا۔ چنانچہ عماد بغداد کے خط میں سلطان کی طرف سے لکھتا ہے کہ:

”اب ہمارے لیے تمام مملکت قدس (بیت المقدس) کی سرحد میں اطراف مصر عریش سے لے کر ممالک حجاز تک ادھر کرک سے شوک تک راستہ کھل گیا جس میں بلاد ساحلیہ اعمالیہ بیروت تک شامل ہیں۔ اس مملکت میں اب صور کے سوائے کوئی جگہ غیر مفتوح نہیں رہی اور اقلیم انطاکیہ کے تمام قلعے جن پر فرنگیوں اور آرمینیوں کا قبضہ تھا۔ سب فتح ہو گئے ہیں بلکہ سرحد کے قلعے جبلہ اور لازقیہ بھی بلاد لادن تک ہمارے قبضہ میں آ گئے ہیں۔ اب صرف انطاکیہ مع چند چھوٹے چھوٹے قلعوں کے باقی ہے۔ کوئی علاقہ نہیں رہا جس کے مضافات نہ فتح کر لیے گئے ہوں۔ صرف طرابلس ایک ایسا علاقہ ہے جس کے مضافات میں سے صرف جمیل فتح ہوا ہے۔ اب کچھ عرصہ کے بعد اس کو فتح کیا جائے گا۔ اس کو عذاب الہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا ارادہ اس پر حملہ کرنے کا پختہ ہو چکا ہے اور اس کی حدود میں بیت المقدس کی جانب جمیل سے عسقلان تک فوجیں اور سامان جنگ اور کثیر التعداد آلات و اسلحہ جمع کر دیئے گئے۔ میرا بیٹا افضل اس ولایت کی حفاظت اور نگہداشت پر متعین ہے اور میرا چھوٹا بیٹا عثمان مصر اور اس کے نواح میں انتظام پر مقرر ہے۔“

سلطان کی بیت المقدس میں عید الاضحیٰ کی ادائیگی ان فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان ملک عادل کو ہمراہ لیے ہوئے بیت المقدس کو روانہ ہوا اور عید الاضحیٰ تک وہیں انتظام و اہتمام میں مصروف رہا۔



زیر نظر تصویر یہودیوں کے عزائم کی منہ بولتی تصویر ہے کہ وہ بیت المقدس کا کیا حشر کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی وہ وقت تھا کہ جب بیت المقدس کی طرف اٹھنے والی میلی آنکھ بھی پھوڑ دی جاتی تھی، اس وقت پہرے دار بیدار تھے اب سو گئے ہیں کہ اسرائیل آفاقد قدیمہ کی کھدائی کے نام پر بیت المقدس کے مختلف حصوں کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ ایک وقت تھا جب بیت المقدس کی حفاظت کی خاطر سلطان صلاح الدین نے طویل اور اعصاب شکن جنگ لڑی۔ مسلمان اور صلیبی میدان کارزار میں برسر عمل تھے۔ ایک موقع پر رچڑ نے اس بے نتیجہ جنگ سے ہزار ہوں مسلمانوں کو گھسا: ”مسلمان اور عیسائی لڑتے لڑتے تباہ ہو جائیں گے، ہمارے ملک ویران ہو گئے ہیں، معاملہ صرف بیت المقدس، فلسطین اور صلیب مقدس کا ہے، بیت المقدس ہماری عبادت گاہ ہے جس سے ہم دست بردار نہیں ہو سکتے۔ فلسطین میں اردن تک کا علاقہ ہمارا حق ہے اور صلیب اعظم آپ کے لیے محض ایک ٹکڑی ہے اور ہمارے لیے ایک عظیم شے ہے۔ لہذا سلطان کو (صلیب اعظم ہمارے حوالے کر کے) ہم پر اس بارے میں احسان کرنا چاہیے۔“

سلطان نے اس کا یہ جواب دیا: ”اقدس جیسے آپ کے لیے محترم ہے ہمارے لیے بھی اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر قابل احترام ہے کہ ہمیں سے ہمارے پیغمبر ﷺ کو معراج ہوئی تھی۔ لہذا اس کا تصور بھی نہ کریں کہ ہم اس سے دست بردار ہوں گے، جہاں تک فلسطین کا مسئلہ ہے تو وہ ہمارا ملک ہے، آپ نے محض مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کو غصب کر لیا تھا۔ رہی صلیب کی بات تو اس پر قبضہ برقرار رکھنا ہمارے مصلح پر موقوف ہے۔“

اس کے بعد عسقلان کو کیا اور ملک کے انتظام اور بندوبست اور رعایا کے حالات کے تفحص اور ضروری احکام کے اجراء میں مصروف رہا۔ ملک عادل کو شاہ زاوہ عزیز عثمان کے ساتھ مصر روانہ کر دیا اور خود عکا کے علاقہ کی طرف گیا۔ لشکروں کا جائزہ لیا۔ نئی فوجیں بھرتی کیں اور لشکروں کو سرحدوں کی حفاظت کے لیے مقرر کر کے روانہ کیا۔ عکا کی حفاظت اور استحکام کے لیے مجوزہ عمارات کی ترقی کو جو بملاؤ الدین قراقوش کے زیر اہتمام بن رہی تھیں، دیکھتا رہا اور خود دمشق کو روانہ ہوا۔ حکام کی تہذیبوں اور تقریروں کی بابت احکام جاری کرنے اور ہر ایک قسم کی انتظامی ضروریات پر متوجہ ہوا۔

بیت المقدس پر نصب صلیب اعظم کی بغداد روانگی | وسط ماہ ۵۸۵ ہجری میں  
دربار بغداد کا سفیر سلطان

کے پاس آیا اور اس کی واپسی پر سلطان نے اپنا سفیر اس کے ہمراہ بھیجا اور عجیب و غریب تحائف اور قیمتی اور نادر اشیاء معہ عیسائی قیدیوں اور غنیمت کے بیش قیمت اسباب اور عیسائی بادشاہ کے تاج اور لباس اور صلیب اعظم کے جو صخرہ مقدسہ پر نصب کی ہوئی تھی، بادشاہ کی خدمت میں بیت المقدس کی عظیم کامیابی کے نشان کے طور پر روانہ کر دیئے۔

## کچھ مزید عظیم جمادی کارنامے

یہاں کچھ اور بھی عظیم کارنامے ہیں جنہیں صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری برسوں کے دوران سرانجام دیا اور شاید یہ برس چھ سے زائد نہ ہوں گے اور یہ مختلف النوع کامیابیوں سے بھرپور ہیں۔ کچھ علمی، کچھ سیاسی اور کچھ ان کے علاوہ... میں کچھ باقی عسکری کامیابیوں کے بالاختصار ذکر پر اکتفا کرتا ہوں، جن کا ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے فتح المقدس کے ضمن میں اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہیں: فتح طبرية، الناصرة، ارسوف، حونین، جبلہ، انطروتوس، اللاذقیہ، نابلس، البیرة، حصن عسری، حصن العازریہ، البرج الاحمر، حصن الخلیل، تل الصافیہ، قلعہ الجیب الفوقانی، الجیب التحتانی، الحصن الاحمر، لد، قلنوسہ، القاقون، قیسون، الکرک، قلعہ الشوبک، قلعہ السلح، الوعیرة، قلعہ البجع، قلعہ الطفیلہ، قلعہ الحرمز، صفد، حصن بازور، حصن اسکندرونہ، صور اور عکا کے درمیان، قلعہ ابی الحسن، بالائی ساحل پر ایک شہر، المرکید، حصن بجمور (جبلہ اور مرقب کے مابین)، بلنیاس، صیون، بلائس، حصن الجماہریہ، قلعہ ایذو، بکاس، الشفر، بکرا، نیل، انسرانیہ، قلعہ برزیہ، دریساک، (انطاکیہ کے قریب) بفراس، (ارض بیروت میں) الدامور، (صیدا کے نزدیک) السوفند۔

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے استاذ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے قبل صلیبیوں نے دریائے اردن اور بحر ابيض کے درمیان سب علاقوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے پاس... ایک محقق کے بقول... دریائے اردن کے غربی کنارے ایک مربع سینٹی میٹر جگہ بھی نہ رہی تھی۔ بلکہ اس کے برعکس دریا کے شرقی کنارے صلیبیوں کے قلعے اور



اس نقشہ میں دریاؤں سمندروں اور خشکی پر واقع صلیبیوں کے قلعوں ریاستوں اور فوجی علاقوں کی تفصیلات ہیں کہ جن پر سلطان صلاح الدین شاہین بن کر چھپتا رہا۔ بالآخر ان تمام صلیبیوں ٹھکانوں ریاستوں، قلعوں، چھاؤنیوں وغیرہ کی اہٹ سے اہٹ بھاگ کر ان کو نیست و نابود کر دیا۔ اگر آج کا کوئی حکمران ہوتا تو وہ اپنی ساری عمر مذاکرات میں گزار کر مر جاتا لیکن سلطان نے مذاکرات کی بجائے جہاد کا راستہ اختیار کیا جس کی بنا پر آج یہ علاقے مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔



مضبوط مقامات موجود تھے جیسے کہ کرک اور الشوبک وغیرہ..... صلاح الدین نے ہمت سے کام لیا..... اللہ کے فضل و کرم اور اپنی اسلامی مخلص خویوں کی بدولت..... کہ انہیں ”صور“ اور ”یافا“ کے درمیان ساحل پر ہی چھوٹے چھوٹے دائروں میں محصور کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے کچھ مہلت اور دے دیتا اور وہ ۵۸۹ھ میں وفات نہ پاتا تو اور بھی حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتا۔ **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** لیکن پھر بھی اس نے جو کیا حق ادا کر دیا۔ یقیناً صلاح الدین **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** مسلم قائد ان حملہ آوروں اور ملک پر قابضوں غاصبوں کو ملک سے نکالنے پر اور ان کی سمندری آمد و رفت پر اور انہیں ان کے ملک یورپ تک واپس دھکیلتے جیسے اہم مسائل پر اکثر سوچتا رہتا تھا، تاکہ وہ یہ علاقے اسلامی تعلیمات سے منور اور جاہلیت کی ظلمات سے پاک صاف کر سکے..... ایک بار وہ اپنے وزیر ابن شداد سے جب کہ وہ دونوں مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک ساحلی مہم پر جا رہے تھے، یوں ہمکلام ہوا: ”کیا میں تجھے ایک بات بتاؤں؟“ ابن شداد نے کہا: ”ہاں ضرور!“ تو صلاح الدین **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** کہنے لگا: ”میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ ساحل کے بقیہ علاقے اللہ تعالیٰ کب فتح کروائے گا!! میں جب پورے ملک میں بنظر غائر دیکھتا ہوں تو دل میں یہ بات اٹھتی ہے کہ لوگوں کو خیر باد کہوں، گھنے گھنے جنگلات تک پہنچوں..... سمندر کی پشت پر سوار ہو کر..... ایک ایک جزیرے تک پہنچوں..... زمین کا ایک ایک چپہ تلاش کروں..... روئے زمین پر اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو (زندہ) باقی نہ چھوڑوں..... یا پھر میں خود شہید ہو جاؤں۔“ اللہ اکبر!

### صلاح الدین **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** کا مجاہدانہ طرز زندگی

یوں لگتا ہے کہ زندگی کے ان آخری برسوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دل سے دنیا کی ہر رغبت اور مرغوب و پسندیدہ چیز کو نکال دیا تھا اور جماد کو اس کے لیے ایسا محبوب مشغلہ بنا دیا تھا کہ صرف جذبہ جماد ہی اس کے دل پر چھا گیا اور جی پر غالب آ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مشکلات و شدائد کو اس پر آسان فرما دیا تھا۔ کہ اس نے زندگی کے یہ برس

جمادی تیسویں میں یا پھر گھوڑوں کی پشتوں پر ہی گزار دیئے..... دشمن سے لڑتے ہوئے..... یا ان کا محاصرہ کرتے ہوئے..... یا پھر ان کے قلعوں اور ان کی پناہ گاہوں کو فتح کرتے ہوئے..... جو آدمی ملک شام اور اس کی موسم سرما میں سردی کی شدت یعنی اس موسم سرما کے اولوں، برفوں، پہاڑوں کی برف باریوں، بچ بستہ ہواؤں، آندھیوں اور بارشوں سے آشنا ہے، وہ اچھی طرح سمجھ سکتا اور تجزیہ کر سکتا ہے کہ صلاح الدین نے کس ولولہ انگیز جذبہ اور ایمانی حوصلے سے اپنے رب کی رضا جوئی اور دین کو غالب دیکھنے کے لیے، ان حالات میں زندگی بسر کی ہوگی۔

ہم ابن شداد سے صلاح الدین کی زندگی کے بارے میں یہ ایک واضح ترین مثال بھی تو سنتے ہیں، وہ کہتا ہے: ”۵۸۳ھ رمضان کے مبارک مہینے کے اوائل ہی میں سلطان دمشق سے بجانب ”صفد“ چل پڑا۔ اس نے اس ماہ مبارک میں اپنے بیوی بچوں، گھر بار اور وطن کی طرف کوئی التفات تک نہ کیا، مڑ کر بھی نہ دیکھا..... حالانکہ اس ماہ میں انسان جہاں کہیں بھی گیا ہوا ہو اپنے گھر والوں کے ساتھ اکٹھے رہنے کے لیے لوٹ آتا ہے..... اے اللہ! اس نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے برداشت کیا ہے، اسے اجر عظیم عطا فرما..... (آمین)

اسی ماہ مبارک میں اللہ کا یہ شیر ”صفد“ تک پہنچا، حالانکہ وہ ایک ایسا مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا جسے تمام اطراف سے وادیوں نے گھیر رکھا تھا، اس کے باوجود اس نے وہاں پہنچ کر منہ بیتی نصب کر دیں..... بارشیں اپنے جوہن پر، وادیوں میں کچی زمین کی دھسن بہت زیادہ (یعنی گارا سا، جس میں پاؤں رکھتے ہی آدمی دھسن جائے)، بارشوں کے ساتھ ڈالہ باری بھی شدید ترین..... لیکن یہ سب کچھ، اس کی یلغار کے سامنے اور فوجوں کی صف بندی کرنے میں، جن کا موقع محل متقاضی تھا، ذرا برابر بھی رکاوٹ نہ بن سکے۔

ایک رات، میں خود بھی آپ کے ہمراہ ہی تھا کہ آپ نے بنفس نفیس پانچ مہنچتوں کو نصب کرنے کے لیے مختلف مقامات کا معائنہ کیا۔ اسی رات یوں فرمانے لگے: ”ان پانچوں کو نصب کرنے سے پہلے ہمیں سونا نہیں ہو گا“..... لہذا ایک ایک جماعت کو ایک

ایک منجیق حوالے کی اور قاصد مسلسل اس کے اور منجیق نصب کرنے والوں کے مابین آتے جاتے رہے، ایک ایک لمحہ کی خبر دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ (ﷺ) کی خدمت گذاری اور امیر کی اطاعت شعاری میں ہمیں صبح ہو گئی۔ منجیقیں گاڑی (نصب) کی جا چکی تھیں، تو میں نے آپ سے ایک حدیث مبارکہ بیان کی اور اسی کے حوالے سے آپ کو بشارت اور خوشخبری سنائی، وہ حدیث نبوی ﷺ یہ ہے:

«عَيْنَانِ لَا تَمْسُهُمَا النَّارُ، عَيْنٌ بَأْتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ عَيْنٌ بَكَتَ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ»

”دو آنکھیں ہیں جنہیں دوزخ کی آگ چھو نہ سکے گی (۱) ایک آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے جاگتے ہوئے رات گذاری (۲) دوسری آنکھ جس نے اللہ کے ڈر سے آنسو بہا دیئے۔“

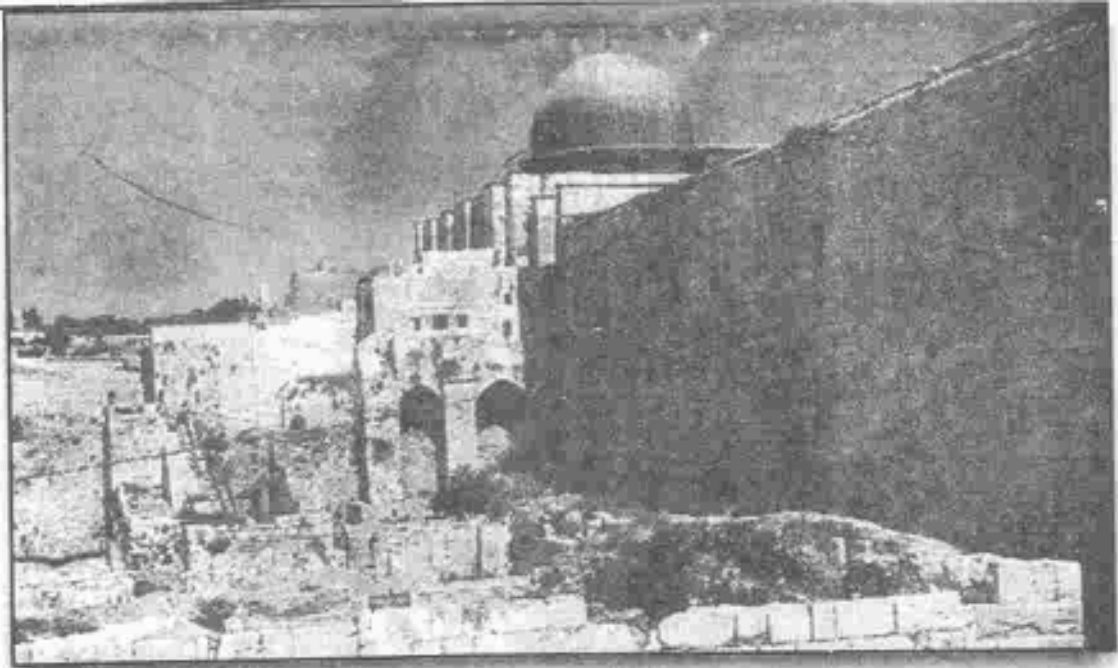
پھر ”صفد“ کے ان صلیبیوں سے لڑائی جاری رہی یہاں تک کہ وہ سلطان کے حکم کے سامنے مطیع ہو گئے۔

مملک بیماری بھی گھوڑے کی پشت سے نیچے نہ اتار سکی | آپ کو ”دردوں کا مرض“ بھی لاحق تھا،

اس کے باوجود میدان جنگ کی چیخ و پکار اور پکڑ دھکڑ میں رہے، تو یہ صرف بارگاہ ایزدی سے ثواب چاہتے ہوئے تھا۔ وہ صبر و ثبات کے صلے میں جو کچھ اللہ رحیم و کریم کے پاس ہے اسے چاہتے ہوئے کیا کرتے تھے۔

ہم ابن شداد سے اس کے صبر و ثبات کے بارے میں ایک اور پہلو بھی سنتے ہیں جب کہ صلاح الدینؒ ساٹھ ستر برس کی عمر کے درمیان تھے، وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

میں نے آپ (ﷺ) کو ”عکا“ کی چراہ گاہ میں خود دیکھا کہ سلطان کی مرض کی تکلیف اتنا کو پہنچ چکی تھی جو اسے جسمانی پھوڑوں کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی۔ اس مرض نے اس کے جسم کے درمیانی حصے کو ماؤف کر دیا تھا، جس سے اس سے بیٹھا بھی

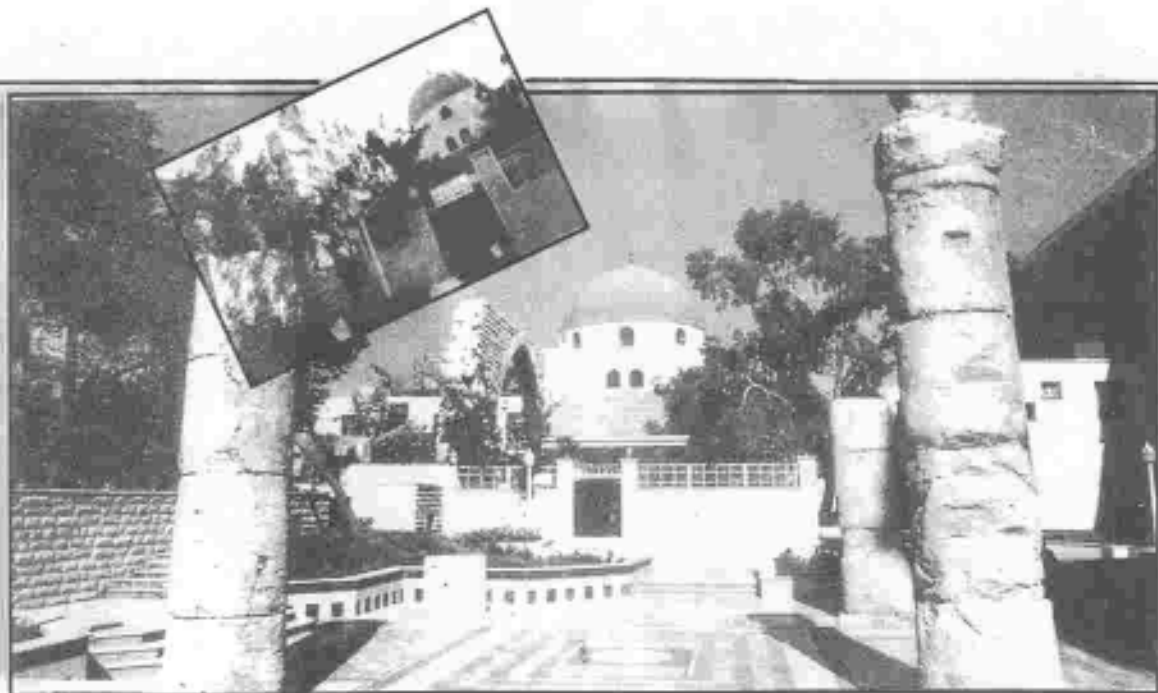


ایک نادر و نایاب تصویر: اسرائیلی حکومت آجار قدیمہ کے بسائے ایک عرصہ سے بیت المقدس کو تسمیہ کر کے اس کی جگہ اپنی عبادت گاہ بیٹل سلیمانی قائم کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہو چکی ہے۔ اس نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں اور اب مرحلہ وار اپنے منصوبے کی تکمیل سے سازشوں میں مصروف ہے جبکہ کچھ فدائی اس کی حفاظت کے لیے جانیں فدا کر رہے ہیں۔ اوپر مسجد اقصیٰ کی تصویر ہے اور نیچے یہودیوں کے اس فرضی بیٹل سلیمانی کی تصویر ہے جو وہ یہاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

نہ جاسکتا تھا۔ وہ خیمہ میں اپنے ایک پہلو پر ٹیک لگائے ہوئے تھا اور اسی حالت ہی میں کھانا کھا رہا تھا جب کہ وہ اس وقت خیمہ میں ہونے کے باوجود دشمن کے بھی قریب ترین تھا۔ یہ مرض اسے دشمن سے لڑنے کے لیے اپنے لشکر کے میمنہ (دائیں طرف کا لشکر) میسرہ اور قلب الجیش (لشکر کا وسط) ترتیب دینے سے روک نہ سکا۔ اس مرض کی شدت کے باوصف وہ ابتدائے نماز (صبح) سے صلاۃ ظہر تک اور پھر عصر تا مغرب گھوڑے کی پشت پر بھی بیٹھتا اپنے لشکر کے مختلف دستوں اور یونٹوں کے پاس پہنچتا، انہیں حکم دیتا، انہیں جہاد و قتال سے متعلق منیبات سے روکتا، ان میں فی سبیل اللہ فداء ہونے اور جام شہادت نوش کرنے کی روح کو تڑپاتا اور گرماتا۔ اور اس کی اپنی حالت یہ ہوتی کہ شدت الم اور پھوڑوں کی ٹیس کو برداشت کیے ہوئے ہوتا تھا۔ ہمیں اس کی حالت پر حیرت اور تعجب ہوا کرتا، تو وہ یوں کہا کرتا: ”کہ گھوڑے کی پشت سے نیچے اترنے تک یہ درد محسوس ہی نہیں ہوتا۔ بلاشک اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عنایت تھی، اور اس اسلامی حکم کی برکت تھی جس کی خاطر وہ جہاد کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں جسے اس کے رسول معظم ﷺ نے اپنے رب سے حدیث قدسی میں بیان کیا ہے:

«وَأَيُّهَا عَبْدِي يُتَّقِ رَبَّ لِيَبْتَغِيَهُ أَلَيْسَ بِاللَّتَّوَّافِلِ حَتَّىٰ أُجِيبَهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَ لَئِن سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَ لَئِن أَسْتَعَاذَنِي لَأَعِيذَنَّهُ»  
(صحیح بخاری)

”میرا بندہ لگا تار نوافل کی ادائیگی سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کی وہ ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ



فرانسیسی جرنیل غورو جب ملک شام فتح کر لینے کے بعد دمشق پہنچا اور ترک افواج اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکیں تو وہ فوراً دمشق میں موجود اموی جامع مسجد جا پہنچا جہاں قاریع ہند سلطان صلاح الدین ایوبی کی تصویر میں نظر آنے والی قبر واقع ہے۔ اس سنگیز جرنیل نے قبر پر ٹھوکر مارتے ہوئے صلاح الدین ایوبی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا: ”او صلاح الدین! اٹھو اور دیکھو کہ ہم اپنی گتوں کا بدلہ لے چکے اور تیری سر زمین پر بطور قاریع لوٹ آئے ہیں۔“ آج امت نے محی السنہ سلطان کی قبر پر پلٹے مزار کی بدعت قائم کر کے سمجھ لیا ہے کہ حق ادا ہو گیا۔ نہیں بلکہ سلطان کے مشن جہاد کو زندہ کیا جائے کیونکہ اس صلیبی جنرل نے پیغام یہ دیا ہے کہ جہاد کا شعور ختم ہو گیا ہے۔

مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ بھی دیتا ہوں۔“  
اور وہ اللہ قرآن میں یوں بھی فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾

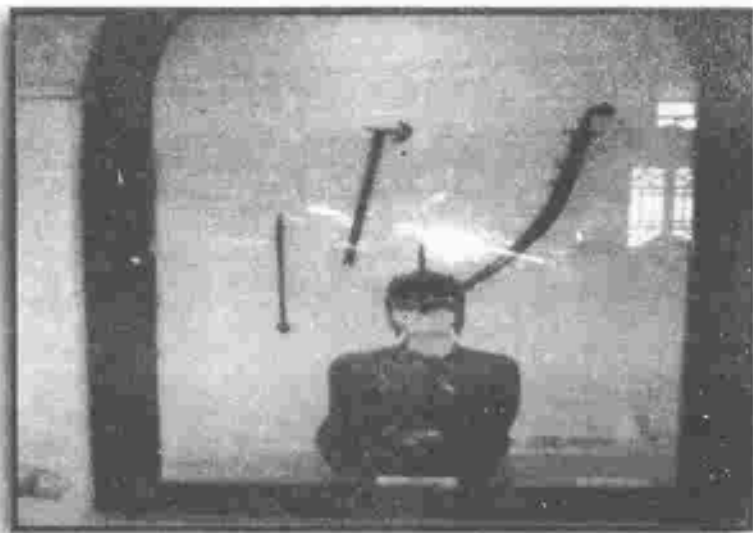
(سورۃ العنکبوت: ۶۹)

”اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی (یا جہاد کیا) کافروں سے لڑے، ہم ان کو ضرور اپنے (قرب کے) رستے دکھلائیں گے اور بے شک اللہ (اپنی مدد سے) نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔“ (ترجمہ از نواب وحید الزماں خاں حیدر آبادی)

### سلطان صلاح الدین کی وفات

جہاد کی پر مشقت زندگی اور مسلسل بے آرامی نے سلطان کو مستقل مریض بنا دیا تھا، مرض کی شدت میں رمضان کے کئی روزے قضا ہو گئے مگر جہاد نہ چھوٹا۔ اب جو موقع ملا تو قضا روزے ادا کرنا شروع کر دیئے، معالج نے ان کی تکلیف کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے منع کیا مگر سلطان نے یہ کہہ کر کہ ”نہ معلوم آئندہ کیا حالات پیش آئیں“ تمام قضا روزے پورے کیے۔

وسط صفر ۵۸۹ھ میں مرض شدت اختیار کر گیا اور وفات سے تین روز قبل غشی کی سی حالت طاری ہو گئی، معلوم ہوتا تھا کہ بیس سال کا تھا کماندہ مجاہد تکان اتار رہا ہے۔ ۲۷ صفر کی صبح کا ستارہ افق پر نمودار ہوا تو سلطان صلاح الدین کی نبضیں ڈوب رہی تھیں۔ شیخ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے سکرات موت کے آثار محسوس کر کے سورۃ حشر کی تلاوت شروع کی جب آیت ﴿ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ﴾ پر پہنچے تو یکایک سلطان نے آنکھیں کھول دیں، مسکرائے اور تبسم ریز لہجے میں کہا: ”سچ ہے۔“ یہ کہہ کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ سلطان کے غم میں ہر آنکھ اشکبار نظر آتی تھی، صلیبی دنیا کے چمکے چمڑا دینے والے اس بطل جلیل کا انتقال اس حال میں ہوا کہ ترکے میں کوئی گاؤں، باغ اور مکان نہ چھوڑا تھا۔



مسجد اقصیٰ کی حدود میں اسلامی عجائب گھر میں رکھے گئے قاتحین اسلام کے زیر استعمال ہتھیار جو آج اپنے کسی سچے وارث کی راہ دکھ رہے ہیں۔



## دنیا سے بے رغبتی اور قلت سرمایہ

شاید یہ بھی مناسب ہی رہے کہ میں (ابن شداد) آپ (ﷺ) کے زہد و تقویٰ اور دنیاوی مال و متاع کی قلت کی طرف اشارہ بات کر دوں۔ مجھے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اس نے اپنے مولا سے اس حال میں ملاقات کی کہ درش میں کوئی محل چھوڑا اور نہ کوئی دنیاوی سرمایہ، بلکہ اتنی رقم بھی نہیں چھوڑی جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی، بلکہ وہ ساری دولت جو اپنے پیچھے چھوڑی وہ صرف ۷۴ درہم (ناصری) اور ایک سونے کا دینار (شامی)۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں جو نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں، وہ عطا فرمانے کے لیے سلطان کو دنیاوی رقبوں، باغوں، بستوں، اور کھیتوں محلات وغیرہ سے بے نیاز ہی رکھا۔

اگر آپ (ﷺ) دنیاوی دولت جمع کرنے اور کوٹھیاں بلند نکلیں بنانے میں مشغول ہو جاتے تو کبھی بھی اپنے علاقے آزاد کروانے، تاریخ کے رخ کو موڑنے اور ہمیشہ زندہ رہنے کی استطاعت نہ پاتے۔ گویا کہ لقیط بن یعمر الایادی نے کسی ایسے ہی سپوت کو ذہن میں رکھ کر یہ آیات کہی ہیں:

فَقَلِّدُوا  
أَمْرَكُمْ لِلَّهِ  
رَحْبَ الذَّرَاعِ بِأَمْرِ الْحَزْبِ  
مُضْطَلَعًا  
دُرُكُم

”تم اپنے سب معاملات اسی کے حوالے کر دو، اسی میں تمہاری بہتری ہے (دوستی کرنے کے لیے) کھلے بازوؤں والا ہے (یعنی دوستوں پر مہمان ہے) اور (دشمنی کے حوالے سے) جنگ کی بات کے ساتھ ہی دشمنوں کو بوجھل کر دینے والا ہے، ان پر قدرت اور غلبہ پانے والا ہے۔“

لَا مُتْرَفًا إِنَّ رَحَاءَ الْعَيْشِ سَاعِدُهُ  
وَ لَا إِذَا عَصَّ مَكْرُؤَةً بِهِ خُشَعًا

”وہ دنیاوی ناز و نعمت پر اترا نے والا شیخی بگھارنے والا بھی نہیں ہے بلکہ یہ دنیاوی آسائشیں تو اس کی معاون و مددگار ہوتی ہیں اور نہ ہی وہ ذرہ برابر ڈرنے والا ہے جب

کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اس پر آن پڑے۔“

مُسْهِدٌ اللَّيْلِ تَعْنِيهِ أَفْوَدَ كُمْ  
يَرْوُمُ مِنْهَا إِلَى الْأَعْدَاءِ مُظْلِعًا

”راتوں کو بیدار رہنے والا‘ بیدار مغز ہے‘ تمہاری ہی سوچیں اسے تھکا دیتی ہیں (تمہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے سوچتا رہتا ہے) پھر دشمنوں پر حملے کرنے کے نئے نئے راستے تلاش کرتا ہے (دشمنوں کو لاچار کیے رکھتا ہے)۔“

لَا يَطْعَمُ الثَّوْمَ إِلَّا دِيثٌ يَتَعَنَّهُ  
هَمٌّ يَكَادُ شَبَابَةَ يَفْصِمُ الصِّلَعَا

”وہ تو نیند کا ذائقہ بھی تھوڑی دیر کے لیے چکھتا ہے پھر اسے کوئی پروگرام ہی بیدار کر دیتا ہے‘ قریب ہے (اس کا سطحی سا غصہ ہی) دشمن کی‘ مد مقابل کی پسلیوں کو توڑ کر نہ رکھ دے۔ (تو اس کے مکمل غصے کی کیا کیفیت ہوگی)۔“

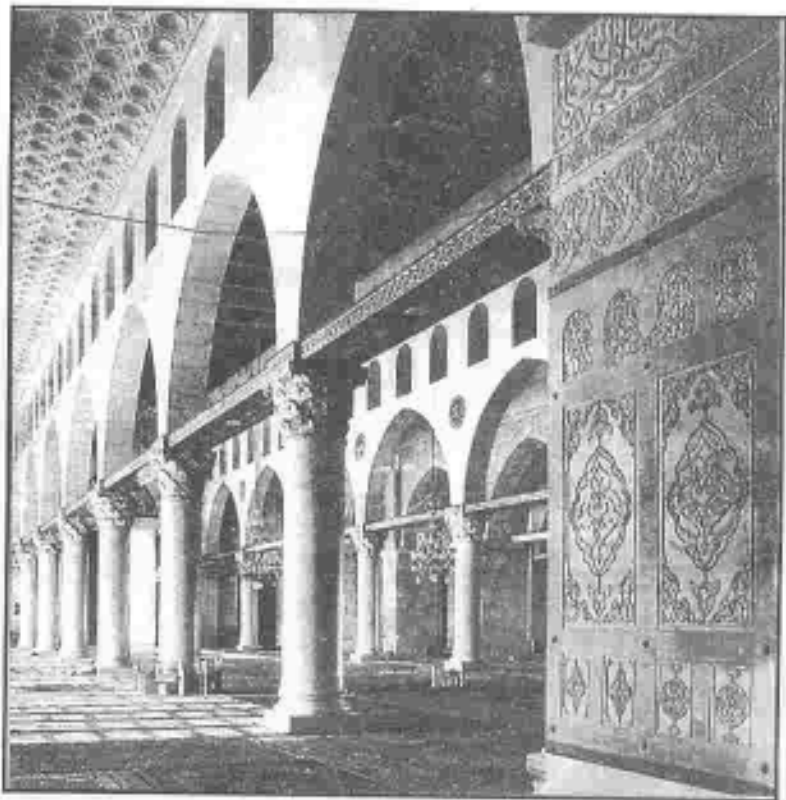
وَ لَيْسَ يُشْعِلُهُ مَالٌ يُنْقِرُهُ  
عَنْكُمْ وَ لَا وُلْدٌ يَتَّبِعِي لَهُ الرِّفْعَا

”اس کا دنیاوی مال و متاع اکٹھا کرنا بھی تمہاری طرف سے مشغول تو نہ کر سکے گا اور نہ ہی وہ نور چشم صاحبزادہ غافل کر سکے گا جس کی رفعت و منزلت کا وہ طلب گار اور خواہش مند ہے۔“

إِذْ عَابَهُ عَائِبٌ يَوْمًا فَقُلْتُ لَهُ  
ذِمَّتْ لِيَجْتَبِكَ قَبْلَ الثَّوْمِ مُضْطَجِعًا

”اگر کوئی عیب جو کسی روز اس کی (بہادری کے سلسلے میں) عیب جوئی کرے میں تو صرف اسے یہی کہوں گا کہ سونے سے قبل اپنے پلوؤں کے لیے اپنے بستر کو نرم و ملائم کر لینا۔“

فَسَاوِزُهُ فَأَلْفُوهُ أَخَا  
فِي الْحَزْبِ يَخْتَبِلُ الرِّبَابَ وَ السَّبْعَا



جب سلطان صلاح الدین نے مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کے قبضہ سے چھڑوایا تو غازیان صف شکن  
 گرہ در گرہ مسجد میں داخل ہو گئے۔ تصویر میں نظر آنے والے حصہ کو زیب و زینت بخشنے کے بعد  
 یہودیوں کی زینت سے مزین کرنے لگے۔ اواخر صلیبی تھے کہ جو بچے کچھ تھے وہ بھیگی ملی بنے رحم و  
 بخشش کی بھیک مانگ رہے تھے اور سلطان ان کو معاف کرتا جا رہا تھا۔ یہ جملہ کی شان و شوکت کا نظارہ  
 تھا۔۔۔۔۔ لیکن آج۔۔۔ جب سلطان کے جاری کردہ صلیبیوں کے خلاف راستہ جہاد کو ترک کر دیا گیا تو  
 بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضہ ہو جانے کے بعد سابقہ برطانوی وزیر اعظم کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی  
 کہ: ”بیت المقدس کو اسلام اور مسلمانوں کے قبضہ سے رہائی دلانا ہم مسیحیوں اور یہودیوں دونوں ہی  
 کا مشترکہ خواب یا نصب العین تھا۔ لہذا اس کے رہا کرائے جانے پر جو خوشی ہم مسیحیوں (صلیبیوں) کو  
 ہوئی ہے وہ یہودیوں کی خوشی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔“ کیا ہے کوئی جو ان صلیبی بکواسات کا  
 جہاد کی زبان میں جواب دے!!

”بڑے بڑے ناموروں نے اس سے بلند مقام حاصل کرنے کے لیے اس سے مقابلے کیے ہیں لیکن ہر بار انہوں نے اسے اپنے سے دو ہاتھ آگے ہی بڑھنے والا پایا ہے، میدان جنگ میں اس کی کیفیت یہ ہے کہ شیروں، خطرناک بھیڑیوں اور درندوں کو اپنے جال میں پھانس لینے والا ہے۔“

مُسْتَنْجِدًا يَنْتَحِدِي النَّاسَ كُلَّهُمْ  
لَوْ قَارَعَ النَّاسَ عَنْ أَحْسَابِهِمْ قَرْعًا

”وہ ایسا ہے کہ تمام لوگوں کو چیلنج دیتے ہوئے ”دعوت مبارزت“ پیش کرتا ہے (ہے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا) وہ تو ایسا ہے اگر حسب نسب کے معاملے میں سب لوگوں کے ساتھ قرعہ اندازی بھی کرے تو قرعہ صرف اسی کے نام پر نکلے گا۔“

### تاریخ اسلام، سنت الہیہ کی روشنی میں

یہاں میں چاہوں گا کہ ایک سوال پوچھوں: کہ عالم اسلام، صلیبیوں کے بلاؤں اسلامیہ میں ناپاک قدم رکھنے سے قبل جس حالت میں تھا، اس کی برعکس حالت جو ہم نے ابھی دیکھی، اس کی طرف کیسے منتقل ہو گیا؟ جن حالات کے سائے تلے صلاح الدین ان صلیبیوں سے فلسطین آزاد کروانے کی ہمت پاسکا، ”صور“ اور ”یاقا“ کے درمیان ساحلوں پر چھوٹے چھوٹے دائروں میں انہیں دھکیلنے میں کامیاب ہو سکا، انہیں مزید دور دراز علاقوں تک دھتکارنے کے لیے جسے موت نے مزید مہلت نہ دی، یہاں تک کہ یہی شان اللہ تعالیٰ نے اشرف غلیل بن قلاؤن کی قسمت میں لکھی، جو ۶۹۰ھ بمطابق ۱۲۹۱ء میں صلیبیوں کے آخری قلعے اور پناہ گاہ ”عکا“ پر قابض ہو گیا۔

شاید کہ اس سوال کا یہی جواب ہے کہ تاریخ بھی ایک طرح سے ”ماں“ ہے۔۔۔۔۔ جس سے کچھ عرصے کے بعد ”پیدائش“ ہوتی رہتی ہے، جس پیدائش کے بعد سنت الہیہ مضبوط ہوتی ہے اور یہ بالکل ”انسانی پیدائش ہی کی طرح ہے، کہ جب اس ”تاریخی پیدائش“ کا ”وقت وضع“ قریب آ جاتا ہے تو کوئی بھی ”اللہ کے حکم“ اور اس کی تقدیر کو



سلطان صلاح الدین کا تعمیر کردہ ایک جنگی قلعہ جو صلیبی جنگوں کے دوران غازیان اسلام کی جمادی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ جہاں مجاہدین اپنی جنگی مشقیں کرتے اور صلیبی یلغار کو روکنے کے لیے دفاعی سرگرمیاں بھی جاری رکھتے۔ کاش! آج جب صلیبیوں کے خلاف لڑنے اور اسلام کا دفاع کرنے کے لیے ایسے جمادی مراکز زندگی سنفرز قائم کرنے کی ضرورت تھی مسلم حکمران پہلے سے اہل دل کی طرف سے قائم چند مراکز اور جمادی ترقیاتی مراکز کو فہم کر رہے ہیں۔ گویا بقول شاعر۔

ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ان کے حکمران یہ سب کچھ کر بھی انہی اسلام کے دشمن یودیوں اور صلیبیوں کے اشاروں پر رہے ہیں یا للعجب۔ هل منکم رجل رشید۔ ایہا امراء المسلمین۔

روک نہیں سکتا۔ بے شک یہ بھی اللہ کی سنتوں یعنی حکموں کا حصہ ہے، ان سے تعصب رکھنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ جیسے ”عورتوں کے رحم“ سے ”نومولود بچے“ دنیا میں آتے ہیں اسی طرح ”تاریخ کے رحم“ سے بڑے بڑے ”واقعات“ جنم لیتے ہیں..... یہ واقعات ”تاریخی رفتار“ کے ساتھ ساتھ دوسرے واقعات سے جنم لیتے ہیں.....

مسلمانوں کے لیے کس حد تک ہم پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان سنتوں اور ان کے تقاضوں کی فطرت سے واقفیت اور شناسائی حاصل کریں، پھر اسی انداز اور اسی سنج پر اپنے حالات کو ڈھال دیں جو ان سنتوں سے مطابقت اور موافقت رکھتے ہوں، ’یقیناً‘ اللہ کی توفیق سے، دنیا کی باگ ڈور پھر انہیں کے ہاتھ میں ہوگی.....

یقیناً یہ ”کنزور ترین حالات“ جن سے عالم اسلام گذر رہا ہے، اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ ”سنت الہیہ“ کے مطابق عنقریب ایک ”تاریخی ولادت“ ہونے والی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ نئی پیدائش ”نیاصلاح الدین“ ہوگا، پھر اس روز حطین بھی واپس پلٹ آئے گا اور القدس اور فلسطین بھی واپس مل جائیں گے۔ **بِسْمِ اللّٰهِ**

﴿ وَ يُؤْمِنُ بِفَرُخِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ يَنْصُرِ اللّٰهُ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَ عَدَّ اللّٰهُ لَا يَخْلِفُ اللّٰهُ وَعَدَّهُ وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

(سورۃ الزوم: ۱۶-۱۷)

”اور اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد پر خوش ہو جائیں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست ہے رحم کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا، مگر اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔“

اے امت مسلمہ کے نوجوانو! | سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری برسوں پر یہ ایک ہلکی سی مگر واضح جھلک ہے اور درحقیقت یہی موضوع ہی پڑھنے پڑھانے کے زیادہ لائق ہے، جو ہر پسلو کو شامل بھی ہے اور مکمل ترین بھی ہے۔ اور خصوصاً ان کرب ناک اور غم ناک حالات و ظروف کے ناظر

میں جن کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یقیناً صلاح الدین جیسے ”زندہ“ افراد کی تاریخ پڑھنے سے ہی زندگی مل سکتی ہے، جو عزائم کو زندہ کرتے ہیں، اور ہمتوں کو تیز کر دیتے ہیں، افراد کو ”ہم مرتبہ ثریا“ بنا دیتے ہیں، اور پھر یقیناً افراد کو ”ایک فیصلہ کن زندگی“ کے لیے معرکہ کرنے پر تیار کر دیتے ہیں۔

اللہ کریم ہمیں بھی جہاد و قتال کی تلوار تمام کر پوری دنیا کے مظلوموں کی نصرت و مدد کے لیے کھڑے ہونے کی توفیق بخشے۔ یوں ہم ایک بار پھر صلاح الدین کی سنت پر چلتے ہوئے دنیا بھر کے صلیبیوں اور یہودیوں سے قتال کرتے ہوئے نکرا جائیں تاکہ دنیا پر اللہ کا کلمہ بلند ہو اور صلیبیوں کے ظالم ہاتھ ٹوٹ سکیں۔ ان کی دہشت گردی ختم ہو اور ان کے ناپاک جسموں سے بیت المقدس سمیت دنیا کے تمام مسلمان خطے پاک اور آزاد ہوں) آمین ثم آمین۔ یارب المجاہدین و المستضعفین۔

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی توفیق خاص سے نیک کام مراحل تکمیل طے کرتے ہیں۔

وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى الْقُدْوَةِ الْمُثَلَّى لِلْأَبْطَالِ وَالْقَادَةِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَآتْبَاعِهِ۔

”اور درود و سلام محمد (ﷺ) پر، آپ کی آل آپ کے صحابہ اور آپ کے پیروکاروں پر۔ وہ محمد (ﷺ) جو تمام بہادریوں اور لیڈروں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔“

وَرَحِمَ اللّٰهُ صَلاَحَ الدِّينِ وَمَكَّنَ لَهُ فِى جَوَارِ الدِّينِ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسَنَ أَوْلِيَّكَ رَفِيقًا۔

”اور رحمت فرمائے اللہ تعالیٰ ”صلاح الدین“ پر، اور ان لوگوں کے پڑوس میں اسے جگہ نصیب فرمائے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے، ان لوگوں کی رفاقت اور صحبت کتنی ہی بہترین ہے!“



جزیرہ قبرس کا کلوسی قلعہ: یہ قلعہ صلیبی حملہ آوروں کے لیے مرکزی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ عالم اسلام کی سرحدوں کے قریب اس طرح کے فوجی اڈے قائم کر کے ارض اسلام میں دخل اندازی کرنا یہود و نصاریٰ کی پرانی عادت ہے۔ آج اس سے آگے بڑھ کر وہ عالم اسلام کے قلب میں اور مسلم ممالک کے وسط میں اپنے فوجی اڈے قائم کر چکے ہیں۔ کیا مسلمان اب بھی ہوش میں نہ آئیں گے 'کیا وہ صلیبیوں' یہودیوں اور ہندوؤں کے عزائم کو نہیں سمجھ رہے؟ آج یہ قلعہ فدائیان اسلام کو دعوت دے رہا ہے کہ جس طرح سلطان صلاح الدین نے صلیبیوں کی درگت بنا کر ان کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کر 'یہاں سے بھگایا تھا اور اسلام کی عظمت کا بول بھلا کیا تھا' ایسے ہی آپ بھی اپنے اپنے علاقوں میں یہود و نصاریٰ کو ایسی مارناریں کہ ان کو ارض اسلام کو چھوڑ کر بھاگنے میں ہی اپنی جانوں کی سلامتی و امان نظر آئے۔